احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جنوری 2016ء

حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ محبوبیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

حضور نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ معاش

اعلاء کلمہ حق کا تاریخی تسلسل

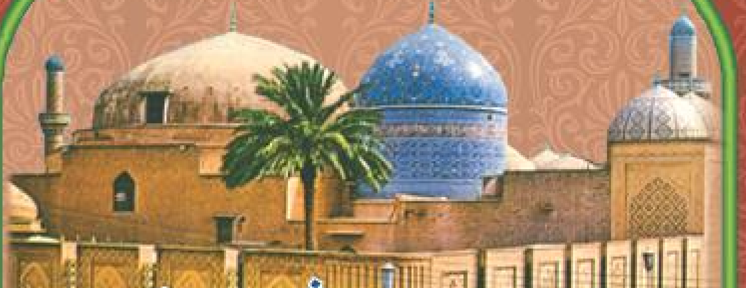

تعلیماتِ غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ

خدمتِ خلق اور اصلاحِ معاشرہ

سیرت و فضائلِ نبوی ﷺ کے ذکرِ جمیل پر مشتمل عظیم ذخیرۂ علم

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کے سینکڑوں خطابات کی DVDs، Audio CDs، VCDs

اور تصانیف سے استفادہ کیجئے

ایسا انسائیکلوپیڈیا جو دلوں کی ویران بستیاں آباد کرنے کے ساتھ ساتھ

ذہنِ جدید میں پیدا ہونے والے اشکالات کے مدلل جواب دیتا ہے

اور اصلاحِ احوال و احیائے اُمت کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

جلد 30 شمارہ 1 ربیع اول / ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ / جنوری 2016ء

www.facebook.com/minhajulquran

www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

حسن ترتیب

ادار یہ۔ قومی ایکشن پلان کو متنازعہ بنانے کی مذموم کاوشیں		3
(القرآن)۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ محبوبیت	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	5
(الفقہ)۔ آپ کے فقہی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	14
حضور نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ معاش	ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ	18
ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب	ڈاکٹر علی اکبر الازہری	26
حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور خدمتِ خلق	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری	35
تعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور اصلاح معاشرہ	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری	41
اعلاء کلمہ حق کا تاریخی تسلسل	غلام مرتضیٰ علوی	47
دھاندلیوں اور بے ضابطگیوں کا مجموعہ۔ حالیہ بلدیاتی انتخابات		52
منہاج یونیورسٹی اور FC یونیورسٹی کے زیر اہتمام 'پیس آن ارتھ' سیمینار		54
PAT یوتھ ونگ کے زیر اہتمام یوتھ امن کانفرنس		55

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، خرم نواز گنڈاپور
احمد نواز انجم، جی ایم ملک
سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، نور اللہ صدیقی، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصر اللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 35 روپے
سالانہ خریداری: 350 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ
ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان
فون: UAN: 111-140-140 فیکس 042-35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ

کتاب حکمت و دانش کی ابتدا ادراک
خدائے لوح و قلم کا کرم عطا ادراک

میانِ عابد و معبود رابطے کی سبیل
حصولِ فیضِ الٰہی کا واسطہ ادراک

ہنر دیا ہے اسی نے قلم چلانے کا
اسی کا فضل ہیں علم، آگہی، نوا، ادراک

دلِ بشر پہ وہ کرتا ہے منکشف اسرار
ہے اس کے لطف و نوازش کا سلسلہ ادراک

شہِ رسل کی حقیقت سے آشنا ہے وہی
اور اس کی ذات کا رکھتے ہیں مصطفیٰ ادراک

زمینِ روح پہ برسا کے بارشِ الہام
مجھے بھی بخش دے اپنا مرے خدا ادراک

فضائے حمد میں شہزاؔد جب بھی سانس لیا
تجلیات سے معمور ہوگیا ادراک

﴿شہزاد مجددی﴾

اہتمامِ نعت

پہلے وضو کروں گا میں عرق گلاب سے
پھر دھوؤں گا قلم کو میں زم زم کے آب سے
دل کی سبھی آلائشوں کو دور کرکے میں
حرمِ دل و نگاہ کو پرنور کرکے میں
دنیا تصورات کی دل میں سجا کے میں
عجز و نیاز مندی سے سر کو جھکا کے میں
کمرے کے سب ماحول میں عطر و گلاب سے
خوشبو بکھیر دوں گا میں مشک و عناب سے
کونے میں بیٹھ جاؤں گا اذنِ حضورؐ سے
لذت میں ڈوب جاؤں گا کیف و سرور سے
عالم ہو بے خودی کا میرے جسم و جان پر
نظریں جمی ہوں محترم صاحب قرآن پر
نعتوں میں ہو حسان کا انداز ہُو بہُو
وہ سوز و سازِ مستی و گداز سُو بسُو
حرمت کے یہ تقاضے جو کامل تمام ہوں
اورعین میرے رُوبرُو خیرالانام ہوں
پھر میں قلم اٹھا کے جو قرطاس پر رکھوں
اور لذتِ تحریرِ نعت آپ میں چکھوں
اس طرح نعت لکھنے کا وہ لطف آئے گا
کہ حرف حرف نعت کا دل میں سمائے گا
یہ ہدیۂ سلام میں بھیجوں بہ احترام
اس رحمۃ للعالمین خیرالوریٰ کے نام

﴿احسان حسن ساحؔر﴾

اداریہ: قومی ایکشن پلان کو متنازعہ بنانے کی مذموم کاوشیں

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کی ساری سیاسی قیادت کرپشن کیسز میں ملوث اور مطلوب ہے۔ ادارے کمزور، مافیاز طاقتور اور آئین موم کی ناک ہے۔ بدبختی کی انتہا یہ ہے کہ سابقہ ہوں یا موجودہ قوم پر مسلط تمام حکمرانوں کا دامن اربوں کی لوٹ مار، اختیارات کے ناجائز استعمال، بددیانتی اور نااہلی کے داغوں سے بھرا ہوا ہے۔ احتساب کے اداروں نے احتساب کے بجائے ان معاشی دہشتگردوں کے سہولت کار کا کردار ادا کیا، جس بناء پر قوم کے یہ نام نہاد محافظ ہر آئے روز منہ زور گھوڑے کی طرح کرپشن میں آگے بڑھتے چلے گئے۔

معیشت کے نام نہاد ماہرین حکمرانوں نے اڑھائی سال میں 7 ارب ڈالر قرضہ لیکر قوم کے بچے بچے کو قرضوں میں جکڑ دیا۔ یہ نااہل حکمران اگر اسی طرح حکمرانی کرتے ہوئے اپنی آئینی مدت پوری کر گئے تو قومی خزانہ 15 ارب ڈالر کے نئے قرضوں کے بوجھ تلے دب جائیگا۔ ایک طرف یہ حکمران پوری دنیا میں پھیلی ہوئی اپنی بزنس ایمپائر کو مزید وسعت دینے کے لئے اس مملکت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ پوری دنیا میں پاکستان کی پہچان PIA کی بھی نجکاری کی جارہی ہے، اس سے قبل بھی کئی ملکی ادارے بیچ کر بیرونی بینک بھرے گئے۔ اداروں کو نیلام کرنے کے لئے منصوبہ بندی کے تحت نااہل افراد کو اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا گیا اور پھر قومی اثاثوں کو اپنے ذاتی اثاثوں میں تبدیل کرنے کے لئے اپنے ہی پیاروں میں بانٹ دیا گیا۔ جبکہ دوسری طرف اب قرضے لیکر فینسی منصوبے شروع کر کے اربوں، کھربوں کے کمیشن کھائے جارہے ہیں۔

دھرنے کے دنوں میں نام نہاد قومی لیڈرشپ کی کرپشن، منی لانڈرنگ، بھتہ خوری، لاقانونیت اور اقرباء پروری سے متعلق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے جتنے بھی اعداد و شمار دیئے تھے آج ملکی ادارے ان کی تصدیق کررہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کرپشن کے اس ناسور کو اس کے منطقی انجام تک پہنچایا جائے اور ذمہ داران کو قرار واقعی سزا دی جائے۔ لٹیروں، رسہ گیروں اور ناجائز منافع خوروں سے نجات کا اس سے بہتر موقع اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ معاشی دہشتگردوں کے خلاف بے رحم آپریشن نہ ہوا تو آپریشن ضرب عضب کے ثمرات زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہ سکیں گے اور قومی دولت لانچوں اور ماڈلوں کے ذریعے بیرون ملک شفٹ ہوتی رہے گی۔

مگر افسوس کہ یہاں دہشت گردی و کرپشن کی بیخ کنی کے لئے جاری آپریشن کو منطقی انجام تک پہنچانے کے بجائے ہمارے نام نہاد حکمران رینجرز کے اختیارات کو بھی توسیع دینے میں لیت و لعل سے کام لیتے ہیں۔ ذاتی اور جماعتی مفاد کے لئے رسہ کشی جاری ہے۔ قومی ایکشن پلان کو وفاق کے زیرنگرانی ایک منصوبہ بندی کے تحت متنازعہ بنانے کی مذموم کاوشیں ہورہی ہیں جبکہ دہشت گرد اپنی مذموم سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

معاشی صورت حال کے سدھار، کرپشن کو روکنے، کرپٹ افراد کو قانون کی گرفت میں لانے اور لوٹا ہوا مال ملکی خزانے میں واپس لوٹانے کے بجائے عالمی مالیاتی اداروں کے غلام حکمرانوں نے 350 سے زائد ضروریات زندگی

پر اربوں روپے کا ٹیکس مسلط کرتے ہوئے عوام الناس کا جینا مزید دوبھر کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنی نااہلی اور کرپشن چھپانے کے لئے 40 ارب کے ٹیکسوں کے نفاذ کے فیصلہ کو آپریشن ضرب عضب اور آئی ڈی پیز کی بحالی کے ساتھ جوڑ دیا گیا۔ یہ اقدام دہشت گردی کے خلاف جاری آپریشن کو بدنام اور بوجھ ثابت کرنے کی سازش ہے۔ معاشی دہشت گرد حکمرانوں نے اس سے قبل جو ظالمانہ ٹیکس قوم پر لگائے، اُن میں سے کسی ایک کی وجہ سے قوم کو نہ بتائی گئی، صرف اس ٹیکس کی وجہ بتائی گئی کہ یہ فوج کے جاری آپریشن ضرب عضب کی وجہ سے ہے۔ گویا اس طرح انہوں نے عوام میں اس آپریشن کے خلاف ایک منفی ماحول پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی۔

یہ منی بجٹ دراصل پارلیمنٹ کے منہ پر طمانچہ ہے کہ ان کو اعتماد میں لئے بغیر ایک کچن کیبنٹ نے یہ فیصلہ صادر کیا اور اراکین اسمبلی پر ان کی ''حقیقت'' واضح کر دی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ جمہوریت کے نام نہاد محافظ اس عوام اور ملک دشمن فیصلہ پر خاموش رہنے کے بجائے اس منی بجٹ کے راستے کی دیوار بن جاتے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور عوامی مفاد پر ہمیشہ کی طرح انہوں نے اس مرتبہ بھی اس طرف سے اپنی آنکھیں بند رکھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آئی ایم ایف سے قرضوں کی قسطوں کے حصول کے عوض یہ ٹیکس لگائے گئے۔ حکمران ہر فورم پر جا کر آپریشن ضرب عضب کے نتیجے میں قائم ہونے والے امن کا کریڈٹ لیتے نہیں تھکتے جبکہ دوسری جانب ظالمانہ ٹیکسوں کے نفاذ کا آپریشن ضرب عضب کو ذمہ دار ٹھہرا کر عوام کو اکسانے کی بھی سازشیں کرتے ہیں۔

حکمرانوں کے پاس اورنج ٹرین، میٹرو بسوں، موٹرویز، جاتی عمرہ کی تزئین و آرائش، غیر ملکی پر تعیش دوروں کیلئے اربوں، کھربوں روپے کے فنڈز ہیں تو جس آپریشن کا 20 کروڑ عوام کی حفاظت اور پاکستان کی بقاء سے تعلق ہے اس کیلئے چند ارب خرچ کرتے حکمرانوں کو تکلیف کیوں ہو رہی ہے؟ آئی ڈی پیز نے 20 کروڑ عوام کیلئے اپنے گھر چھوڑے، موسمی تکلیفیں برداشت کیں، ان کیلئے اس طرح کی ہرزہ سرائی افسوسناک نہیں بلکہ شرمناک ہے۔ یہ حکمران کل بھی دہشت گردوں کے سپورٹر تھے اور آج بھی ان کے سہولت کار ہیں۔ پہلے انہوں نے ایک سال تک آپریشن کی مخالفت کر کے دہشت گردوں کو فرار کا محفوظ راستہ دیا اور اب اس آپریشن کو بوجھ ثابت کر کے دہشت گردوں کے عزائم کو تقویت دے رہے ہیں۔

حکومت اور اسمبلیوں میں ایسے عناصر بیٹھے ہوئے ہیں جو دہشت گردوں اور جرائم پیشہ عناصر کیلئے نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اس بات کا ثبوت ''نادرا'' جیسے اہم ملکی ادارہ میں اراکین اسمبلی کی سفارش سے غیر ملکیوں کی بھرتی ہے۔ نادرا کی حیثیت قومی سلامتی کے تحفظ کے ادارے جیسی ہے۔ دہشت گردی کے اکثر و بیشتر واقعات میں ایسے غیر ملکی عناصر ملوث پائے گئے ہیں جن کے پاس پاکستانی شناختی دستاویز ہوتی ہیں اور یہ دستاویز رشوت دے کر حاصل کی جاتی ہیں اور ایسے غیر ملکیوں کی وجہ سے پوری دنیا میں پاکستان کی بدنامی ہوتی رہی ہے۔

ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ فوج اور رینجرز کے ذریعے کریمینلز، معاشی دہشت گردوں اور ملک دشمن عناصر کے خلاف آپریشن جاری رکھا جائے اور اس کا دائرہ کار پنجاب سمیت ملک بھر تک پھیلایا جائے۔ رینجرز کو مزید مضبوط اور بااختیار بنایا جائے کیونکہ رینجرز کے آپریشن سے ہی امن قائم ہوگا اور گورننس میں بہتری آئے گی۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی شانِ محبوبیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب☆

گذشتہ سے پیوستہ

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین　　　معاون: محمد شعیب بزمی

حضور نبی اکرم ﷺ کو اللہ رب العزت نے ہر حوالے سے فردیت عطا فرمائی۔ فردیت سے مراد آپ ﷺ کی ایسی انفرادیت ہے جس میں آپ ﷺ کے ساتھ کوئی بھی شریک نہ ہو۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی ولادت کی خاطر آپ ﷺ کے پورے نسب کے ایک ایک فرد خواہ وہ مرد تھا یا عورت، اس کی پشت اور بطن کو شرک اور کفر کی آلودگیوں سے پاک رکھا۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ اور احادیث مصطفیٰ ﷺ سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تک اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک وہ نسل و ذریت جسے نسبِ مصطفیٰ ﷺ کا حصہ بننا تھا وہ طبقہ عقیدہ توحید اور ایمان و اسلام پر قائم رہا۔

ماہ دسمبر 2015ء کے شمارہ میں نسبِ مصطفیٰ ﷺ کی اس فردیت کے حوالے سے شیخ الاسلام کا تفصیلی بیان آپ پڑھ چکے۔ زیرِ نظر تحریر میں اسی خطاب کا اگلا حصہ شائع کیا جارہا ہے۔ جس میں حضور نبی اکرم ﷺ کی شان فردیت کے دیگر گوشوں کو بیان کیا جارہا ہے:

حضور نبی اکرم ﷺ کے نسب کی فردیت کے علاوہ آپ ﷺ کی شان فردیت کے درج ذیل تین گوشے بھی بطور خاص قرآن و حدیث کے مطالعہ سے سامنے آتے ہیں:

۱۔ اسلوب و اندازِ خطاب میں فردیت

۲۔ شانِ محبوبیت میں فردیت

۳۔ بچپن بھی شانِ فردیت کا حامل

۱۔ اسلوب و اندازِ خطاب میں فردیت

قرآن مجید میں جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہوا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ان سے براہ راست خطاب فرمایا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

☆ وَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ.

’’اور ہم نے حکم دیا اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہائش رکھو‘‘۔ (البقرۃ، ۲: ۳۵)

☆ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا. (ھود، ۱۱: ۴۸)

’’اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ (کشتی سے) اتر جاؤ‘‘۔

☆ يٰٓاِبْرٰهِيْمُo قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا.

’’اے ابراہیم! واقعی تم نے اپنا خواب (کیا خوب) سچا کر دکھایا‘‘۔ (الصافات، ۳۷: ۱۰۴۔۱۰۵)

☆ سالانہ میلاد کانفرنس نشتر پارک کراچی، مورخہ: 11 فروری 2012ء (خطاب نمبر: Ec-115)، (CD#1585)

☆ یٰمُوْسٰی اِنِّیْٓ اَنَا اللهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ○

’’اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں (جو) تمام جہانوں کا پروردگار (ہوں)‘‘۔ (القصص، ۲۸: ۳۰)

☆ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَةً فِی الْاَرْضِ.

’’اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا‘‘۔ (ص، ۳۸: ۲۶)

☆ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِنِ اسْمُهٗ یَحْیٰی.

’’(ارشاد ہوا) اے زکریا! بے شک ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحیٰی (علیہ السلام) ہوگا‘‘۔ (مریم، ۱۹: ۷)

☆ یٰیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّةٍ. (مریم، ۱۹: ۱۲)

’’اے یحیٰی! (ہماری) کتاب (تورات) کو مضبوطی سے تھامے رکھو‘‘۔

☆ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّکِ. (آل عمران، ۳: ۴۳)

’’اے مریم! تم اپنے رب کی بڑی عاجزی سے بندگی بجا لاتی رہو‘‘۔

الغرض قرآن مجید میں وہ تمام مقامات جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انبیاء کرام کو خطاب کرنا چاہا تو ان کا نام لے کر خطاب فرمایا۔ یعنی بلاواسطہ اسلوب و انداز خطاب اختیار فرماتے ہوئے ’’یا‘‘ کہہ کر مخاطب فرمایا۔ مگر جب آقا ﷺ کو مخاطب فرمایا تو اندازِ خطاب تبدیل فرمادیا۔ الحمد سے والناس تک قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ جب بھی حضور ﷺ سے مخاطب ہوا تو آپ ﷺ کا نام نہیں لیا۔ وہ خالق و مالک ہے، جس طرح سے جیسے چاہے خطاب فرما سکتا ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ہر حوالے سے شان فردیت عطا فرمانا تھی، اس لئے انداز خطاب میں بھی فردیت کو قائم رکھا۔ آپ ﷺ کا مثیل اور مثل کوئی نہیں۔ آقا ﷺ کی شان، عظمت، رسالت، علو، قدر و منزلت، عظمت و تمکنت کا درجہ ہر شے سے افضل، اعلیٰ، ارفع اور منفرد ہے۔ انبیائے کرام میں سے بھی سوائے نفس نبوت کے کسی کو حضور ﷺ کے ساتھ برابری نہیں۔ اسی لئے آقا ﷺ سے خطاب اور انبیاء علیہم السلام سے خطاب میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرق رکھا۔ آیئے! اس سلسلہ میں قرآن مجید کی چند آیات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

☆ لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَکْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ○

’’(اے حبیبِ مکرّم!) آپ کی عمرِ مبارک کی قَسم، بے شک یہ لوگ (بھی قومِ لوط کی طرح) اپنی بدمستی میں سرگرداں پھر رہے ہیں‘‘۔ (الحجر، ۱۵: ۷۲)

☆ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ○ (القلم، ۶۸: ۲)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں‘‘۔

☆ یٰسٓ ○ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ○ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ○ (یس، ۳۶: ۱۔۳)

’’یا سین (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں)○ حکمت سے معمور قرآن کی قَسم○ بے شک آپ ضرور رسولوں میں سے ہیں‘‘۔

ان آیات میں حضور ﷺ کی شان وعظمت اور حضور ﷺ کے لئے قسم کھائی، مگر آپ ﷺ کا نام نہیں لیا۔ براہِ راست خطاب کیا ہے مگر حضور ﷺ کا نام لینے کے بجائے لقب بیان فرما کر حضور ﷺ کی عظمت بیان کر دی۔

☆ یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ. (المائدہ، ۵: ۶۷)

’’اے (برگزیدہ) رسول! جو کچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے‘‘۔

☆ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللهُ. (الانفال، ۸: ۶۴)

’’اے نبی (معظّم!) آپ کے لیے اللہ کافی ہے‘‘۔

☆ یٰٓاَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ○ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا○ (المزمل، ۷۳: ۱۔۲)

’’اے کملی کی جھرمٹ والے (حبیب!)○ آپ رات کو (نماز میں) قیام فرمایا کریں مگر تھوڑی دیر (کے لیے)‘‘۔

گویا اللہ تعالیٰ نے اندازِ خطاب میں بھی آپ ﷺ کی فردیت، نمایاں پن، انفرادیت اور عدم مثلیت کو قائم رکھا۔

اسلوبِ خطاب میں امت کو تعلیم

قرآن مجید میں یہ تذکرہ بھی جابجا ملتا ہے کہ پہلی قومیں اپنے انبیاء کرام کو کس طرح مخاطب کرتی تھیں۔ جب قرآن مجید نے اس چیز کو بیان کیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن نے تصدیق کردی کہ ان اقوام کا اپنے انبیاء کو اس طرح مخاطب کرنا جائز ہے کیونکہ اللہ بھی ان کے بیان کو اسی طرح بیان کر رہا ہے۔

☆ امت نوح علیہ السلام اپنے نبی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے کہ

قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا. (ھود: ۳۲)

''وہ کہنے لگے: اے نوح! بے شک تم ہم سے جھگڑ چکے سو تم نے ہم سے بہت جھگڑا کر لیا''۔

☆ امت نے ''یا ھود'' کہہ کر پکارتے ہوئے کہا:

قَالُوْا یٰھُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَۃٍ.

''وہ بولے: اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل لیکر نہیں آئے ہو''۔ (ھود، ۱۱:۵۳)

☆ امت نے حضرت صالح علیہ السلام کا نام لے کر ان سے کہا:

وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَo (الأعراف، ۷:۷۷)

''اور کہنے لگے: اے صالح! تم وہ (عذاب) ہمارے پاس لے آؤ جس کی تم ہمیں وعید سناتے تھے اگر تم (واقعی) رسولوں میں سے ہو''۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت آپ کا نام لے کر کہتی ہے کہ

اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ھَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ.

''اور (یہ بھی یاد کرو) جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا) خوان اتار دے''۔ (المائدۃ، ۵:۱۱۲)

ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ سابقہ امتیں اس طرح اپنے نبیوں کو پکارتیں، خطاب کرتیں اور ندا دیتیں مگر اللہ رب العزت نے امت مصطفیٰ ﷺ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ سنو! حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اُنہیں یا نوح کہا۔۔۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے یا صالح کہا۔۔۔ حضرت ھود کی قوم نے یا ھود کہا۔۔۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی امت نے یا شعیب کہا۔۔۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے یاعیسیٰ کہا۔۔۔ مگر خبردار! امت محمدی ﷺ میں سے کوئی شخص میرے محبوب کا نام لے کر انہیں نہ پکارے۔ میں رب ہو کر اپنے محبوب نبی کو نام لے کر نہیں پکارتا لہذا تم امتی ہو کر میرے محبوب ﷺ کو نام لے کر نہ پکارا کرو، تاکہ میرے محبوب ﷺ کی عظمت اور شانِ فردیت اس حوالے سے بھی قائم رہے۔ فرمایا:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا. (النور، ۲۴: ۶۳)

''(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو (جب رسولِ اکرم ﷺ کو بلانا تمہارے باہمی بلاوے کی مثل نہیں تو خود رسول ﷺ کی ذاتِ گرامی تمہاری مثل کیسے ہوسکتی ہے)''۔

گویا اللہ رب العزت نے امت محمدیہ کا حضور ﷺ کو بلانے کے انداز میں بھی شانِ فردیت قائم رکھی اور خود حضور ﷺ کو مخاطب کرنے کے انداز میں بھی شان فردیت قائم رکھی۔ شان فردیت کے اس تصور کو سمجھنے کے لئے ذہن نشین رہے کہ اللہ کا معاملہ پہلے نبیوں کے ساتھ کیا تھا۔۔۔؟ امتوں کا معاملہ اپنے نبیوں کے ساتھ کیا

تھا۔۔؟ اللہ کا معاملہ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ کیا ہے۔۔۔؟ اور امت محمدی ﷺ کا معاملہ مصطفیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا ہے۔۔۔؟ ان چیزوں پر غور کرنے سے شانِ مصطفیٰ ﷺ کی فردیت اُجاگر ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام طبقہ انبیاء اور طبقہ رُسل میں سے ہیں اور اس طبقہ میں سے بھی کسی کی شان آقا علیہ السلام کی شان جیسی نہیں ہے تو پھر ہمارے جیسے فروتر حضور ﷺ کی مثلیت اور برابری کا کس طرح تصور کر سکتے ہیں۔۔۔؟ جب آقا علیہ السلام کے اندازِ مخاطبت میں برابری نہیں، آقا علیہ السلام کے ذکرِ مبارک میں برابری نہیں، آقا علیہ السلام کے تذکرے میں برابری ممکن نہیں تو آقا علیہ السلام کی ذات اقدس کے ساتھ بشمول جملہ شانوں کے دیگر معاملات میں برابری کس طرح ممکن ہوسکتی ہے؟ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۲۔ شانِ محبوبیت میں فردیت

ہر امت اپنے نبی پر طعنہ زنی کرتی تھی جیسے کفار و مشرکین نے حضور ﷺ پر طعنہ زنی کی مگر قرآن گواہ ہے جس سابقہ امت نے اپنے نبی کو طعنہ و الزام دیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس نبی کی امت کے طعنہ کا جواب خود اپنی طرف سے نہیں دیا بلکہ اُس نبی کو وحی فرمائی کہ وہ اس طعنہ کا جواب دیں۔

☆ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے طعنہ دیا:

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍo

’’ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے کہا: (اے نوح!) بے شک ہم تمہیں کھلی گمراہی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں‘‘۔ (الاعراف، ۷: ۶۰)

اب اس کا رد اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے خود دفاع کیا ہو بلکہ نوح علیہ السلام کو وحی کی اور فرمایا: تم ان کا رد کرو۔ نوح علیہ السلام نے خود جواب دیا:

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo (الاعراف، ۷: ۶۱)

’’انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی گمراہی نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں‘‘۔

☆ اسی طرح حضرت ھود علیہ السلام کی قوم نے طعنہ دیا:

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاهَةٍ. (الأعراف، ۷: ۶۶)

’’ان کی قوم کے سرداروں اور رئیسوں نے جو کفر (یعنی دعوتِ حق کی مخالفت و مزاحمت) کر رہے تھے کہا: (اے ہود!) بے شک ہم تمہیں حماقت (میں مبتلا) دیکھتے ہیں‘‘۔

حضرت ھود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ان کے طعنے کا رد کرو۔ انہوں نے جواب دیا:

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَo (الاعراف، ۷: ۶۷)

’’انہوں نے کہا: اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں لیکن (یہ حقیقت ہے کہ) میں تمام جہانوں کے رب کی طرف سے رسول (مبعوث ہوا) ہوں‘‘۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر ہونے کا طعنہ دیا گیا۔ انہیں حکم ہوا کہ اے موسیٰ! ان کے طعنہ کو رد کرو۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب فرمایا:

قَالَ مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ط اَسِحْرٌ هٰذَا ط وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَo (یونس، ۱۰: ۷۷)

’’موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا: کیا تم (ایسی بات) حق سے متعلق کہتے ہو جب وہ تمہارے پاس آچکا ہے (عقل و شعور کی آنکھیں کھول کر دیکھو) کیا یہ جادو ہے؟ اور جادوگر (کبھی) فلاح نہیں پاسکیں گے‘‘۔

الغرض قرآن مجید میں کثرت کے ساتھ ایسے انبیاء علیہم السلام کا ذکر آیا ہے کہ ان کی اقوام نے ان پر اعتراض کیے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن طعنوں کا ذکر بھی کیا اور نبیوں نے ان منکر قوموں کے طعنوں کا جو رد کیا، اللہ تعالیٰ نے اس رد کو بھی بیان فرمایا۔ پورا قرآن گواہ ہے کہ ہر جگہ

نبی کو حکم ہوا کہ وہ منکرین کے طعنہ کو رد کریں، دفاعِ نبوت میں خود اللہ تعالیٰ نے جواب نہیں دیا۔ سابقہ کل انبیاء علیہم السلام کے لئے سنت الٰہیہ یہی تھی۔

مگر جب آقا علیہ السلام کی باری آئی اور آقا علیہ السلام کو منکرین ومشرکین مکہ نے طعنہ دیا تو قرآن مجید میں ایک جگہ بھی تاجدار کائنات ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اے میرے محبوب! ان کے طعنہ کو رد کریں بلکہ جب حضور ﷺ پر طعن وتشنیع کی گئی تو فرمایا: محبوب ﷺ! آپ ایک طرف ہو جائیں، ان سے میں خود نمٹ لوں گا۔ ان بدبختوں کے طعنوں کے جواب دینے کی آپ ﷺ کو ضرورت نہیں۔ میں جانوں اور میرا کام جانے۔ یہ اللہ رب العزت کی بارگاہ سے عطا کردہ شان مصطفیٰ ﷺ کی فردیت ہے۔

☆ کفار نے کہا کہ آپ ﷺ مجنوں ہیں۔ آقا علیہ السلام کی شان کے دفاع اور اس طعنہ کے رد میں سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ o مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍo (القلم، ٦٨: ١۔٢)

''نون (حقیقی معنی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں) قلم کی قسم اور اُس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیںo (اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں''۔

اور لطف کی بات یہ ہے کہ ایک طرف اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کے طعنہ اور اعتراض کا جواب دینے سے حضور ﷺ کو روک دیا کہ آپ ﷺ جواب نہ دیں ان بدبختوں کو میں جواب دوں گا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی کرنے والوں کو اپنا مخاطب ہی نہیں بنایا کہ میرے محبوب ﷺ کی گستاخی کرنے والے اس قابل ہی نہیں کہ میں انہیں مخاطب بناؤں۔ لہذا ان کے طعنہ کے جواب میں حضور ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍo

''(اے حبیبِ مکرّم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں''۔ (القلم، ٦٨: ٢)

یعنی کفار ومشرکین کو منہ ہی نہیں لگایا، اس قابل ہی نہیں سمجھا کہ ان بدبختوں کو مخاطب کیا جائے۔ دوسرے مقام پر حضور نبی اکرم ﷺ کے عشاق صحابہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَ مَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍo

''اور (اے لوگو!) یہ تمہیں اپنی صحبت سے نوازنے والے (محمد ﷺ) دیوانے نہیں ہیں (جو فرماتے ہیں وہ حق ہوتا ہے)''۔ (التکویر، ٨١: ٢٢)

☆ کفار کی طرف سے طعنہ زنی کی گئی کہ آقا ﷺ شاعر ہیں اور قرآن کی صورت میں شاعری کرتے ہیں۔ ان کے اس طعنہ کا جواب بھی حضور ﷺ نے نہیں دیا بلکہ رب کائنات نے خود جواب میں فرمایا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ o وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ط قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَo (الحاقة، ٦٩: ٤٠۔٤١)

''بے شک یہ (قرآن) بزرگی وعظمت والے رسول (ﷺ) کا (منزّل من اللہ) فرمان ہے، (جسے وہ رسالتاً اور نیابتاً بیان فرماتے ہیں)o اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں (کہ اَدبی مہارت سے خود لکھا گیا ہو)، تم بہت ہی کم یقین رکھتے ہو''۔

☆ کفار نے طعنہ دیا کہ حضور ﷺ معاذ اللہ کاہن ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضور ﷺ کو نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ جواب دیں بلکہ رب کائنات نے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ط قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ o (الحاقة، ٦٩: ٤٢)

''اور نہ (یہ) کسی کاہن کا کلام ہے (کہ فنی اَندازوں سے وضع کیا گیا ہو)، تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو''۔

☆ کفار و مشرکین میں سے کسی نے قرآن کو جن/ شیطان کا کلام کہا جو وہ حضور ﷺ پر القاء کرتے

ہیں۔ رب کائنات نے جواب دیا:

وَ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ o (التکویر، ۸۱: ۲۵)

’’اور وہ (قرآن) ہرگز کسی شیطان مردود کا کلام نہیں ہے‘‘۔

گویا اللہ تعالیٰ ہر جگہ جواب دے رہا ہے کہ میرے محبوب! آپ ﷺ جواب دینے کی زحمت نہ کریں، ان بدبختوں کے طعنوں کا رد میں خود کروں گا اور اس طریق سے رد کروں گا کہ میں انہیں مخاطب بھی نہیں کروں گا، کیونکہ میرے محبوب کی گستاخی کرنے والے اس لائق ہی نہیں کہ انہیں خطاب کیا جائے۔

☆ آقا ﷺ کو عاص بن وائل سہمی نے معاذ اللہ ابتر ہونے کا طعنہ دیا کہ یہ منقطع النسل ہیں، ان کی نسل کٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر نازل فرمائی اور جواب دیا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ o (الکوثر، ۱۰۸: ۱۔۳)

’’بے شک ہم نے آپ کو (ہر خیر و فضیلت میں) بے انتہا کثرت بخشی ہے۔ پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھا کریں اور قربانی دیا کریں (یہ ہدیۂ تشکرّ ہے)۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نسل اور بے نام ونشاں ہوگا‘‘۔

میرے مصطفیٰ ﷺ کو منقطع النسل کہنے والے، آپ ﷺ کے دشمن ابتر ہیں، ان کا نام ونشان اس ہستی پر نہیں رہے گا مگر آپ ﷺ کا ذکر اور چرچا قیامت تک بلکہ بعد از قیامت قیام محشر اور اس کے بعد تک ہوتا رہے گا۔

☆ وحی کے کچھ عرصہ رک جانے کو وجہ بناتے ہوئے کسی نے کہا کہ محمد ﷺ کا رب اُن سے ناراض ہو گیا۔ فرمایا کہ اے میرے محبوب ﷺ! آپ جواب نہ دینا بلکہ میں خود آپ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ کا دفاع کروں گا۔ آیت کریمہ اتار دی:

وَالضُّحٰى o وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى o مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى o (الضحی، ۹۳: ۱۔۳)

’’(اے حبیبِ مکرّم!) قسم ہے چاشت (کی طرح آپ کے چہرۂ انور) کی (جس کی تابانی نے تاریک روحوں کو روشن کر دیا) o (اے حبیبِ مکرّم!) قسم ہے سیاہ رات (کی طرح آپ کی زلفِ عنبریں) کی جب وہ (آپ کے رُخِ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے o آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے‘‘۔

☆ کوہ صفا پر ابو لہب نے حضور ﷺ کی پہلی دعوتِ حق پر حضور ﷺ کی طرف ہاتھ اٹھا کر آپ ﷺ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا کہ اے محمد ﷺ! (معاذ اللہ و استغفراللہ) تو برباد ہوجائے۔ تو نے اس لئے ہمیں بلایا تھا؟ اُس نے ہاتھ اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف بدبختی کا کلمہ کہا۔ رب کائنات نے فرمایا: میرے مصطفیٰ ﷺ! آپ ملول و رنجیدہ خاطر نہ ہوں، میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ فرمایا:

تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ o (اللھب، ۱۱۱: ۱)

’’ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)‘‘۔

☆ گستاخانِ رسول ﷺ میں ولید بن مغیرہ کا نام بھی سرفہرست ہے اس کی زبان درازیاں اور اہانت پردازیاں حد سے گزر گئیں تو اللہ رب العزت نے اس کی مذمت اور کڑی وعید کا اظہار درج ذیل آیات کریمہ میں فرمایا:

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ. هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ. مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ. عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ. اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ. (القلم: ۱۰۔۱۴)

’’اور آپ کسی ایسے شخص کی بات نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا اِنتہائی ذلیل ہے (جو) طعنہ زَن، عیب جُو (ہے اور) لوگوں میں فساد انگیزی کے لیے چغل خوری کرتا پھرتا ہے (جو) بھلائی کے کام سے بہت روکنے والا بخیل، حد سے بڑھنے والا سرکش (اور) سخت گنہگار ہے (جو) بدمزاج دُرشت خو ہے، مزید برآں بد اَصل (بھی)

ہے اِس لیے (اس کی بات کو اہمیت نہ دیں) کہ وہ مالدار اور صاحبِ اَولاد ہے''۔

قرآن حکیم نے مذکورہ آیات میں اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرنے والے کی نو واضح نشانیاں اور علامات بالترتیب گنوائی ہیں۔ ولید بن مغیرہ میں یہ تمام اخلاقی رذائل بدرجہ اتم موجود تھے۔ قرآن مجید نے اس دریدہ دہنی اور ہرزہ سرائی کے جواب میں جو وہ حضور ﷺ کی شان میں کرتا رہتا تھا اس کی ماہیت و حقیقت کو کھلے عام بیان کردیا۔

الغرض الحمد سے والناس تک پورے قرآن میں ایک مقام بھی ایسا نہیں جہاں منکر قوم کے کسی طبقے نے یا کسی فرد نے آقا علیہ السلام کا انکار کرتے ہوئے طعنہ دیا ہو اور آقا علیہ السلام کو خود اس کا رد کرنے اور دفاع کرنے کی ضرورت پیش آئی ہو بلکہ طعنہ کے رد کے لیے خدا نے خود جواب دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ آپ ﷺ کی شانِ محبوبیت کی فردیت کا اظہار ہے۔

۳۔ بچپن بھی شانِ فردیت کا حامل

شانِ نبوت، شانِ محبوبیت، شانِ ولادت، شانِ نسب طہارت اور آقا علیہ السلام کے ذاتِ پاک کے ہر ہر پہلو میں فردیت ہے۔ حضور ﷺ کو شانِ فردیت اس وقت بھی حاصل تھی جب آقا علیہ السلام معصوم بچے تھے۔ سیرت طیبہ سے ہمیں ایسے بے شمار واقعات ملتے ہیں جو آپ ﷺ کی اس فردیت کا اظہار کرتے ہیں:

☆ پورے شہر مکہ میں قحط ہو گیا، فصلیں اجڑ گئیں، پانی ختم ہوگیا تھا، سب کچھ سوکھ گیا۔ لوگ حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے اور کہا کہ کیا کریں؟ حضرت ابو طالب نے اپنے ۸/۹ سال کے بھتیجے حضور علیہ السلام کو ساتھ لیا اور کعبۃ اللہ کے پاس آگئے۔ کعبہ کے ساتھ آپ ﷺ کی پشت مبارک لگا کر آپ ﷺ کو کھڑا کر دیا اور زبانِ حال سے کہنے لگے کہ میرے بھتیجے تو جان یا آسمان والا جانے، ہم تو بارش کے بغیر بے حال ہوگئے۔ حدیث کے الفاظ ہیں:

فَاَخَذَهٗ اَبُوْ طَالب فالْصق ظَهْرَهٗ بِالْكَعْبَة وَلاذ باصبعه بِالْغُلَامِ ومافى السماء قزعة فَاَقْبَلَ سَحَاب مِنْ هاهنا وهاهنا وَاَنْفَجَرَ له الْوَادِیُ واخصب الوادى وَالنَّادِیُ.

آٹھ سال کی عمر میں آپ ﷺ کی شان فردیت، شان معجزیت، شان متصرفیت، شان قدرت اور کمال دیکھئے کہ اس سے قبل آسمان صاف تھا مگر جونہی آپ ﷺ نے آسمان کی طرف اپنی انگشت مبارکہ سے اشارہ فرمایا۔ چاروں اطراف سے بادل گھر آئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور خشکی سبزے میں بدل گئی۔

حضور ﷺ کے چہرے کی برکت سے آسمان سے بارش کا برسنا دیکھ کر حضرت ابو طالبؓ نے یہ شعر کہا جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ
يُطِيفُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

(الخصائص الکبریٰ، ذکرالمعجزات، ۱:۱۴۶)

☆ حضور ﷺ کے بچپن کی شان فردیت کا عالم یہ تھا کہ اگر پاؤں زمین پر مارتے تو زمین مصطفیٰ ﷺ کے تابع ہو جاتی اور پانی کے چشمے پھوٹ پڑتے۔ حضرت عمرو بن سعیدؓ روایت کرتے ہیں حضور ﷺ کی عمر مبارک ۹/ ۱۰ برس تھی، ایک سفر میں اپنے چچا حضرت ابو طالبؓ کے ساتھ تھے۔ اس دوران سفر میں پانی ختم ہوگیا، شدت کی پیاس تھی، حضرت ابو طالبؓ پریشان ہو گئے۔ پیاس کی وجہ سے بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے: اے میرے بھتیجے! مجھ سے آگے چلا نہیں جاتا، اس پیاس نے میری جان ختم کر دی ہے، اب جب تک پانی نہ ملے میں آگے سفر نہیں کر سکتا۔ آقا علیہ السلام نے جب چچا جان کی اس حد تک پیاس

دیکھی تو جلال میں آ کر پاؤں پتھریلی زمین پر مارا، اسی وقت پتھر سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا اور فرمایا:

اِشْرِبْ یَا عَمّ! چچا جان! اب جتنا جی چاہے پانی پی لیں۔ حضرت ابو طالبؓ کہتے ہیں: میں نے پانی پیا اور پیاس بجھالی۔ (الخصائص الکبریٰ، ۱:۲۰۷)

یہ آقا ﷺ کی شان فردیت ہے۔ کسی کو خیال آئے کہ آٹھ سال کی عمر مبارک ہے ابھی اعلان نبوت بھی نہیں ہوا، تو قدم مارنے سے پتھر سے پانی کیسے نکل پڑا؟ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اگر شیر خوارگی کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاؤں رگڑنے سے آب زم زم پھوٹ سکتا ہے تو قدم مصطفیٰ ﷺ کی برکت سے پانی کا چشمہ کیوں نہیں نکل سکتا۔

حضور ﷺ کو ولادت سے پہلے سفرِ نور میں بھی شان فردیت حاصل تھی۔۔۔ نسب کی طہارت میں بھی شان فردیت حاصل تھی۔۔۔ آدم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کا زمانہ تھا تب بھی شان فردیت تھی۔۔۔ دعائے ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام تھی تب بھی شان فردیت تھی۔۔۔ حضور ﷺ کی ولادت، آپ کا خانوادہ اور ان کی پاکیزگی کا معاملہ آئے تب بھی شان فردیت ہے۔۔۔ بچپن تھا تب بھی شان فردیت ہے۔۔۔ نبوت و رسالت کا اعزاز ہے تب بھی شان فردیت قائم ہے۔۔۔ اور جب وحی کا نزول ہوا تب بھی شان فردیت حاصل رہی۔۔۔ اللہ رب العزت کا آپ کو خطاب فرمانا یا امت محمدیہ ﷺ کا آپ ﷺ سے مخاطب ہونا، اس حوالے سے بھی شانِ فردیت حاصل ہے۔۔۔ الغرض آپ ﷺ کی زندگی کے ہر ہر پہلو میں اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کی شان فردیت کو قائم رکھا۔

پیغام محبت

ضرورت اس امر کی ہے کہ ایمان کی بقا اور کمال کے لئے آقا ﷺ کے ساتھ محبت اور ادب کے تعلق کو اس طرح استوار کیا جائے کہ آقا ﷺ کے ادب، اطاعت اور محبت میں فنا ہو جائیں۔ ساری خیر حضور ﷺ کی نسبت میں ہے اور سارا شر حضور ﷺ سے کٹ جانے میں ہے۔ اُمت جب تک حضور ﷺ سے جڑی رہی، وہ خیر کے چشموں سے سیراب ہوتی رہی۔ جب سے ہم ادب مصطفیٰ ﷺ، محبت مصطفیٰ ﷺ، اتباع مصطفیٰ ﷺ اور سیرت مصطفیٰ ﷺ سے کٹ گئے تو خیر سے محروم ہوتے ہوئے اور شر کے اندھیروں میں چلے گئے۔

تحریک منہاج القرآن کا شرق سے غرب تک یہ پیغام ہے کہ حضور ﷺ کی محبت، ادب، احترام، اتباع اور اُسوۂ و سیرت میں فنا ہوجائیں۔ جو لوگ حضور ﷺ سے محبت کرتے ہیں، وہ لوگ حضور ﷺ کی امت سے بھی محبت کرتے ہیں، انسانیت سے محبت کرتے ہیں، ساری خلقت سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے وجود امن کے پیامبر ہوتے ہیں۔ اُن سے ہر ایک کو امن و سلامتی ملتی ہے۔ اُن میں انتہا پسندی، دہشت گردی، نفرت اور ایک دوسرے پر فتویٰ بازی نہیں ہوتی۔ وہ آگ لگانے والے نہیں بلکہ آگ بجھانے والے ہوتے ہیں۔

جبکہ دوسری طرف جن کے مزاج میں سختی، درشتی، انتہا پسندی ہے، جو بولتے ہیں تو اُن کے منہ سے نفرت کی آگ نکلتی ہے، ان کے فتوؤں سے امت کی تفریق ہوتی ہے، وہ ٹوٹے ہوئے لوگوں کو جوڑتے نہیں اور نہ ہی گرے ہوئے لوگوں کو اُٹھاتے ہیں۔ ان کا حضور ﷺ کی ذات سے عشق و محبت اور غلامی کا ہرگز کوئی تعلق نہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ تحریک منہاج القرآن نے نفرتوں کی آگ نہیں جلائی بلکہ ہمیشہ محبت کے پانی سے نفرتوں کی آگ بجھائی ہے۔۔۔ ہم نے حضور ﷺ کی محبت کو اس طرح فروغ دیا ہے کہ جس سے دل بھی پرسکون ہوں اور سیرت و کردار میں بھی نرمی اور آسانی آئے۔۔۔ وعظ و نصیحت بھی ٹھنڈے مزاج کے ساتھ ہو

اور معاملات میں بھی حسن سلوک نظر آئے۔۔۔ اگر ہم آقا ﷺ کی سیرت وسنت کی طرف عشق ومحبت کے تعلق کے ساتھ بڑھیں گے تو اللہ کی رحمت کا مستحق قرار پائیں گے اور اسی صورت سرزمین پاکستان پر خیر نازل ہوگی اور ہم عذابِ الٰہی سے نجات پا جائیں گے۔

مصطفیٰ ﷺ کا پیغام محبت کا پیغام ہے۔ یہ پیغام انسانیت کو جوڑنے، امن، بقا، فلاح، بہبود، خیر اور انسانیت کی خدمت، دُکھی لوگوں کے دلوں کا سہارا بننے، پریشان حال لوگوں کے چہروں پر مسکراہٹ دینے اور لوگوں کو اُن کی ضروریات بہم پہنچانے اور خوشیاں دینے کا نام ہے۔ یہ تمام صفات میرے آقا ﷺ کا اُسوہ وسیرت ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ حضور ﷺ سے محبت بھی کریں اور آپ ﷺ کے اُسوہ اور سیرت کی اتباع بھی کریں۔ تحریک منہاج القرآن اسی پیغام اور تعلیم کی نقیب ہے۔ قرآن مجید، حدیث رسول، سنت مصطفیٰ ﷺ اور سیرت مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات کا فروغ اور انہیں اپنے کردار میں ڈھالنا ہی منہاج القرآن کی تعلیم ہے۔

اللہ رب العزت امت محمدی ﷺ پر اپنے لطف وکرم اور آقا ﷺ کی رحمت کی بارش کا نزول فرمائے۔ آقا ﷺ کے فیوض و برکات، توجہات کا ایسا فیض عطا فرمائے کہ یہ ملک امن، سلامتی اور خیر کی دھرتی بن جائے اور ہر فتنہ وشر، خون آشامی اور انتہا پسندی، و دہشت گردی یہاں سے رخصت ہوجائے۔ یہ اس صورت ممکن ہے جب ہم محبت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ ساتھ اتباعِ تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کو بھی حرزِ جان بنائیں۔

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم محمد اصغر (انجینئر نظامت تعمیرات) کے والد محترم، محترم محمد رفیق نجم (نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات) کی خالہ، محترم عبدالغفور (کراچی) کے والد محترم عبدالواحد، محترم علی محمود قادری (کوٹ لکھپت لاہور) کا بیٹا، محترم ملک محمد یوسف تاج (حافظ آباد) کی والدہ محترمہ، محترم محمد اویس انصاری (حافظ آباد) کے والد اور محترم عبدالرزاق مصطفوی کے بھائی مشتاق احمد انصاری، محترم شیخ محمد یوسف چشتی (حافظ آباد)، محترم غلام فرید (بھکر) کے بھائی محترم غلام شبیر، محترم عبدالمنان (تحصیل ناظم ممبر شپ۔ڈیرہ غازی خان)، محترم حاجی محمد شفیع کسانہ (منڈی بہاؤالدین) کی اہلیہ، محترم علی رضا بگھیو (سیہون شریف) کی والدہ، محترم بشیر بھٹی (گجرات)، محترم غلام نبی قادری (فیصل آباد) کے بھائی، محترم خواجہ نوید احمد (کامونکی) کے والد، محترم حافظ محمد یسین (پی پی 91) کی والدہ، محترم محمد اشفاق مغل (پی پی 91) کے بھائی، محترم طارق محمود عاجز (خانقاہ ڈوگراں) کی بہن، محترم ملک اختر علی (شرق پور)، محترم محمد احمد ساجد (حویلی لکھا) کی والدہ، محترم رانا ربنواز انجم (فیصل آباد) کے ماموں، محترم محمد احسان رضوی (منڈی بہاؤالدین) کے دادا، محترم محمد ظفر بھٹی (لالیاں) کے والد، محترم ظفر جمالی کے بھائی، محترم اصغر قادری کی والدہ، محترم ظہور احمد (چیچہ وطنی) کی ہمشیرہ، محترم حامد محمود (جڑانوالہ) کی پھوپھی، محترم عابد حسین حسنی (لاشاریاں) کے والد، محترم محمد رفیق ساجد (اوکاڑہ) کی بھابھی، محترم محمد افضل گل (صدر پی پی 61) کی چچی، محترم ارشاد احمد گوندل (ونیکے تارڑ) کی بیٹی، محترم قاری عبدالقیوم (ناظم ممبر شپ سمبڑیال) کی دادی، محترم نصراللہ (سمبڑیال) کی والدہ، محترمہ منور قادری صاحبہ (صدر ویمن لیگ تحصیل سیالکوٹ) کے والد محترم اور محترم محمد اقبال (نائب قاصد منہاج یونیورسٹی) کے بھائی محترم ظہور حسین بھٹی قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

آپ کے فقہی مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال : کیا دینی امور (اذان، نماز، جنازہ، نکاح وغیرہ) پر اجرت لینا یا دینا جائز ہے؟ نیز کیا نعت خوانوں کو روپے پیسے دینا جائز ہے؟ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت درکار ہے۔

جواب: یاد رکھیں کہ دینی امور سرانجام دینے والے افراد جو معاوضہ وصول کرتے ہیں، یہ معاوضہ وہ دینی کاموں کے عوض وصول نہیں کرتے بلکہ اپنی پابندئ وقت کا لیتے ہیں۔ اگر وہ یہی وقت کسی دوسری فیلڈ میں روزی کمانے کے لئے لگائیں تو روزی کما سکتے ہیں۔ اگر دینی کاموں میں مصروف افراد بھی دیگر افراد کی طرح دنیوی کاروبار میں مصروف ہوجائیں تو مذہبی امور کی انجام دہی مسئلہ بن جائے گی۔ نہ وقت پر اذان، نہ نماز، نہ مسجد کی صفائی، نہ کھولنے اور بند کرنے اور دیگر اشیاء کی حفاظت ہو سکے گی۔ اب جو شخص ان تمام امور کو پابندی سے ادا کرے گا وہ اکثر معاش کمانے کے لئے معقول بندوبست نہیں کر سکتا حالانکہ اس پر اپنا، اپنے والدین، بیوی بچے اور دیگر زیر کفالت افراد کا نان و نفقہ اور ضروریات زندگی مہیا کرنا بھی فرض ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے، فرمانے لگے، میری قوم کو معلوم ہے کہ میرا کاروبار، میرے اہل وعیال کا خرچہ بخوبی پورا کرتا ہے اور اب میں مسلمانوں کے معاملات میں مصروف ہوگیا ہوں، اب ابوبکر کے اہل وعیال اس مال (بیت المال) سے کھائیں گے اور وہ مسلمانوں کے امور نمٹائیں گے۔ (صحیح بخاری، ص: ۲۷۸ ج: ۱)

پس آج بھی دینی فرائض انجام دینے والے مسلمانوں کے دینی امور نمٹا رہے ہیں اور اس وقت کا حق الخدمت لے رہے ہیں۔ علامہ شامی فرماتے ہیں۔

ان المتقدمين منعوا اخذا الاجرا على الطاعات، وافتى المتاخرون بجواز على التعلام والامامة۔ كان مذهب المتاخرين هو المفتى به.

”متقدمین علماء نے عبادات پر اجرت لینے کو منع کیا، اور متاخرین علماء نے تعلیم وامامت پر اجرت جائز ہونے کا فتوی دیا ہے اور فتوی متاخرین کے مذہب پر دیا جاتا ہے“۔ (ردالمختار شامی، ص: ۱۷۴ ج: ۴)

نعت خوانوں کی مالی خدمت کرنے کے حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کی نعت بیان کرتے تھے اور بے شمار صحابہ کرام نعت خواں تھے جن میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ نعت خوانوں کو انعام واکرام سے نوازنا خود حضور علیہ الصلاۃ

والسلام کی سنت مبارکہ ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو نعت پڑھنے کے دوران اپنی چادر مبارک بطور تحفہ دی تھی۔ لہذا شرعاً نعت خوانوں کو روپے پیسے کی صورت میں انعامات دینا جائز ہے۔ اسی طرح قراء اور خطباء حضرات کو بھی انعام واکرام سے نوازنا شرعاً جائز ہے، اس لئے کہ یہ روپے اور پیسے ان کو اس وقت کے معاوضے کے طور پر دیئے جاتے ہیں جو وقت وہ صرف کرتے ہیں۔ اگر وہ اتنا وقت دوسرے معاملات میں لگاتے تو وہاں سے بھی پیسہ کما سکتے تھے۔

لہذا ان کی ضرورت کے مطابق پیسہ دینا جائز ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان حضرات میں سے بعض نے اس نیک کام کو بھی پیشہ بنا لیا ہے اور اس کے ذریعے لوگوں کو لوٹ رہے ہیں۔ دوسری طرف عوام بھی برابر کی شریک ہے۔ بعض حضرات جو روپے پیسے کا مطالبہ نہیں کرتے عوام ان کے ساتھ ناروا سلوک کرتی ہے، یہاں تک کہ ان کی بنیادی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کیا جاتا۔ اس معاملے کا بہترین حل یہی ہے کہ دونوں طرف سے افراط و تفریط ختم کی جائے۔ ان حضرات کے جائز مطالبات اور ضروریات کو بھی پورا کیا جائے اور ان کو چاہیے کہ یہ عوام الناس سے ناجائز مطالبات بھی نہ کریں۔

سوال: فیس بک اور اس جیسی دیگر ویب سائٹس (جہاں غیر اخلاقی مواد پایا جاتا ہے) کے ذریعے مرد اور عورتیں باہمی غیر ضروری بات چیت میں ملوث دکھائی دیتے ہیں۔ محرم و غیر محرم کی تصاویر کی اشاعت معمول ہے۔ ہر طرح کا میوزک اور ویڈیوز عام ہیں۔ ہر خاص و عام دین کا ماہر بن کر دینی امور پر رائے زنی کرتا ہے۔ کیا ان صورتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مسلمان کا فیس بک استعمال کرنا جائز ہے؟

جواب: موجودہ دور انتہائی سریع ترقی کا ہے۔ آج جو اَمر انسان کے خیال میں بھی نہیں ہوتا، کل وہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہوتا ہے۔ آج جو ایجاد حیطہ ادراک میں بھی نہیں ہوتی، کل وہ مارکیٹ میں عام صارف کی پہنچ میں ہوتی ہے۔ اس سے جہاں بہت سی سہولیات مہیا ہوتی ہیں، وہیں ان ایجادات کے منفی استعمالات کے بہت بھیانک نتائج بھی سامنے آتے ہیں۔

فیس بک اور اس جیسے دیگر سوشل میڈیا بھی اسی طرح کی اختراعات میں سے ہیں جہاں ہر طرح کے لوگ آزادانہ تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ فیس بک ویب سائٹ دراصل امریکہ کی ہارورڈ یونی ورسٹی کے طلباء نے اپنے لیے بنائی تھی کہ وہ ایک دوسرے کی سرگرمیوں اور دلچسپیوں سے باخبر بھی رہیں اور رابطہ میں بھی رہیں، لیکن آج اس ویب سائٹ نے اپنی نوعیت کی دیگر تمام ویب سائٹس کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور نمبر ایک پوزیشن حاصل کر چکی ہے۔

جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تھا تو اس وقت کے علماء نے اس کے حرام ہونے کا فتوی دیا اور آج وہی علماء اس کا بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اپنا مثبت اور بامقصد پیغام دوسروں تک پہنچانے کے لیے فیس بک ایسے ذرائع کا استعمال مستحسن ہے، لیکن ایک بندۂ مسلمان کے لیے اس استعمال کو شرعی حدود و قیود کا پابند ہونا چاہیے۔ نیکی اور بدی کے فروغ کے اجر و سزا کے حوالے سے یہ حدیث مبارکہ ملحوظ رہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا، پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لیے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا؛ جب کہ ان کے ثواب میں کوئی کمی (بھی) نہ ہوگی۔ اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا، پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لیے اپنا گناہ بھی ہے اور ان لوگوں کے گناہ میں بھی شریک جو اس پر عمل پیرا ہوئے اور ان کے گناہوں میں بھی کچھ کمی نہ ہوگی''۔ (جامع ترمذی، ۵ / ۴۳، رقم: ۲۶۷۵)

لہٰذا ہمیں ان ذرائع کا مثبت استعمال کرنا چاہیے کہ جس سے اپنا اور دوسروں کا بھلا ہو، نہ کہ اپنی عاقبت بھی برباد ہو اور دوسروں کی آخرت بھی تباہ ہو۔ کسی بھی شے کا استعمال اسے اچھا یا برا بناتا ہے، فی نفسہ وہ اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ اگر اچھے لوگ سوشل میڈیا کا استعمال ترک کردیں گے تو برے لوگ تو بھرپور طریقے سے استعمال کررہے ہیں، وہ تو اسے نہیں چھوڑیں گے۔ لہٰذا کوشش یہ کریں کہ اپنی مثبت اور درست شرکت کے ذریعے لوگوں کو شعور دیں اور انہیں نیک راستے پر چلانے کی کوشش کریں۔ یہ خیال ترک کردیں کہ ان ویب سائٹس پر تو لوگ اتنے غیر شرعی امور میں ملوث ہوتے ہیں، یا ان ویب سائٹس پر تو غیر اخلاقی مواد پایا جاتا ہے، اس لیے ان ویب سائٹس کو مسلم ممالک میں بند کرا دیا جائے۔ نہیں! اس سے تو اسلام کے ایک دقیانوسی مذہب ہونے کا تاثر ملے گا کہ اسلام دورِ حاضر کی ایجادات کے ساتھ چلنے کے قابل نہیں ہے۔

لہٰذا جہاں تک اس طرح کی ویب سائٹ پر غیر اخلاقی مواد کی موجودگی کا تعلق ہے تو آپ ایسے مواد کو نہ دیکھیں اور کوشش کریں کہ اس طرح کے مواد پر آپ کی نظر ہی نہ پڑے۔ دراصل یہی تو بندۂ مومن کا امتحان ہے کہ وہ خود کو گناہ میں ملوث ہونے سے ہر صورت بچاتا ہے۔ ان حالات میں ایک مسلمان کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ خود بھی گناہ سے محفوظ رہے اور دوسروں کو بھی دور رکھنے کی کوشش کرے۔ صوفیاء کرام اسی لیے تو فرماتے ہیں کہ دنیا میں رہو لیکن دنیا کو دل میں جگہ نہ دو۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مؤرخہ 8 اپریل 2012ء کو تحریک منہاج القرآن کے تحت منعقد ہونے والے عالم گیر ورکرز کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جب قومیں حق سچ کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں تو ان پر عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ آج پاکستانی قوم پر اسی لیے مختلف آفتیں نازل ہوتی رہتی ہیں کہ ہم نے ہر طرح کے ظلم و زیادتی کو قبول کرلیا ہوا ہے۔ سنن ابی داود میں مروی ہے کہ حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو منبر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو سنو! میں نے خود اپنے کانوں سے آقا ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الظَّالِمَ فَلَمْ يَاخُذُوا عَلَى يَدَيْهِ، اَوْشَکَ اَنْ يَعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ.

شیخ الاسلام اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جس معاشرے میں ظلم، گناہ، ناانصافی، جبر و بربریت اور خیانت و کرپشن عام ہونے لگے لیکن لوگ ظالموں کو ظلم سے روکنے کے لئے، بددیانت اور کرپٹ لوگوں کو کرپشن سے روکنے کے لئے نہ اٹھیں، ان کا شعور بیدار نہ ہو اور وہ حالات بدلنے کے لئے اپنا فریضہ سرانجام نہ دیں تو اللہ تعالیٰ پھر ایسی قوم کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے گا اور اس میں نیک و بد کا فرق نہیں رہے گا۔

آپ خود سوچیے کہ کیا اس حدیث مبارکہ کا اطلاق ہمارے حالات اور معاشرے پر نہیں ہورہا؟

اس کا ایک ہی علاج ہے کہ تحریک منہاج القرآن کے ساتھ وابستہ ہوکر قوم کا شعور بیدار کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں اور ہر فرد آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے اس پیغام کو آگے پہنچائے اور یوں اس گروہ میں شامل ہوجائیں جس کے بارے میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ قیامت تک میری امت میں ایک طبقہ ایسا رہے گا جو حق کو غالب کرنے کی جد و جہد کرتا رہے گا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے پیغام کو عام کرنے اور اس حکم

کی انجام دہی کے لئے حق کے شعور کو بیدار کرنے کی کوشش کرتا رہے گا۔

باقی رہا یہ سوال کہ سوشل میڈیا سائٹس پر ہر خاص و عام دین پر کھل کر بات کرتا ہے، چاہے اسے علم ہو یا نہ ہو۔ اس کا حل یہ ہے کہ لوگوں کو یہ احساس دلائیں کہ ہمیں دین کے بارے میں صاحبانِ علمِ دین سے ہی دریافت کرنا چاہیے، جیسا کہ قرآن حکیم نے خود فرمایا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ.

’’سوتم اہل ذکر سے پوچھ لیا کرو اگر تمہیں خود (کچھ) معلوم نہ ہو‘‘۔ (النحل، ۱۶ : ۴۳)

یہاں ضمناً یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فیس بک تو یہودیوں نے بنائی ہے، لہٰذا ہمیں استعمال نہیں کرنی چاہیے۔ آپ کس کس شے کا استعمال ترک کریں گے؟ آج تو ہر شے ہی یہود و نصاریٰ کی ایجاد کردہ ہے۔ آپ کا کمپیوٹر جس پر آپ کام کرتے ہیں، آپ کا موبائل فون جس سے کال کرتے یا پیغام بھیجتے ہیں، آپ کا انٹرنیٹ کنیکشن جس کے ذریعے ای میل بھیجتے ہیں۔ لہٰذا کس کس شے کو ترک کریں گے۔ یہود و نصاریٰ کی ایجادات کو ترک کرنا مسئلہ کا حل نہیں بلکہ یہ حقیقت سے نظریں چرانے کے مترادف ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان ایجادات کو مثبت و بامقصد طریق سے بھرپور استعمال کرتے ہوئے اپنی صلاحیت میں اضافہ کریں اور قابلیت پیدا کریں۔ کنارہ کشی کرکے الگ تھلگ ہوکر رہنے کی بجائے میدان عمل میں اتریں۔ احیائے اسلام، تجدید دین اور اصلاح احوال کے عظیم مشن کے حصول کے لئے تحریک منہاج القرآن کا ساتھ دیں اور اپنا دینی فریضہ ادا کریں۔

محکمہ ڈاک کی طرف سے ضروری اعلان

معزز صارف! محکمہ ڈاک آپ کی خدمت کیلئے کوشاں ہے اور آپ کی خدمت کیلئے اس نے اپنا دائرہ کار مزید وسیع کیا ہے۔ اب آپ:۔

☆ بجلی، گیس، پانی اور ٹیلی فون کے بل اپنے قریب ترین ڈاکخانہ میں جمع کراسکتے ہیں۔
☆ اپنے پیاروں کے بیرون ملک سے بھیجے گئے پیسے ویسٹرن یونین کے ذریعے مقررکردہ ڈاکخانوں سے وصول کئے جاسکتے ہیں۔
☆ رقم کی منتقلی اب برقی اور فیکس منی آرڈر کے ذریعے فوری طور پر ممکن ہے۔
☆ ارجنٹ میل سروس کے ذریعے اپنی ڈاک پورے ملک میں پہنچائیں۔
☆ وی۔ پی۔ پارسل/ لیٹر کے ذریعے اپنے کاروبار کو مزید مستحکم کرسکتے ہیں۔
☆ اپنی پوری عمر کی جمع پونجی اور بچت قریب ترین ڈاکخانے میں سیونگ بنک میں جمع کرواسکتے ہیں۔

آپ سے التماس ہے کہ آپ قریب ترین ڈاکخانہ میں تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں۔

شکایات کے ازالے کیلئے مندرجہ ذیل فون نمبرز پر صبح 9:00 بجے سے شام 8:00 بجے تک رابطہ کرسکتے ہیں۔

Ph:042-99210971,042-99239794 Cell:0321-6772525, 0335-6161400

Fax: 042-99211323, Email:ccpmgpunjab@yahoo.com

آپ کے تعاون کیلئے شکرگزار محکمہ ڈاک

حضور نبی اکرم ﷺ کا ذریعہ معاش

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ کریم نے اپنے شاہکار تخلیق، اپنے آخری نبی اور اپنے حبیب علیہ السلام کو تمام انسانوں کے لئے ہر پہلو، ہر زاویے، ہر جہت، ہر اعتبار، ہر لحاظ اور ہر حوالے سے ایک کامل، مثالی اور منفرد نمونہ بنانے کے لئے جہاں بے شمار خاندانی نسبی، جسمانی، روحانی، ظاہری، باطنی، علمی، اخلاقی اور صوری و معنوی کمالات عنایت فرمائے وہاں اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کو عام لوگوں کے برعکس کھانے پینے اور بھوک و پیاس کے معاملات میں بھی بچپن سے غیر معمولی اور مافوق العادت صبر و قناعت، قوت برداشت، دنیا سے بے رغبتی، سیر چشمی اور غنائے نفس کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کی صابرو قانع طبیعت کے متعلق آپ ﷺ کی بچپن کی دایہ اور گھریلو باندی و خادمہ سیدہ ام ایمن ''برکۃ'' (جو آپ ﷺ کو اپنے والد گرامی کے ترکہ میں ملی تھیں اور جنہیں آپ ﷺ از راہ احترام ''امی بعد امی'' (میری ماں کے بعد دوسری ماں فرمایا کرتے تھے۔) آپ ﷺ کی ایک بڑی ایمان افروز عادت کریمہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

مارایت النبی ﷺ شکا صغیرا ولا کبیرا جوعا ولا عطشا کان یغدو فیشرب من زمزم فاعرض علیه الغداء فیقول لا اریده انا شبعان.

''میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے بچپن میں یا بڑے ہو کر کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت کی ہو۔ بسا اوقات یوں ہوتا کہ صبح کے وقت آپ ﷺ آب زم زم نوش فرمالیتے جب کھانا پیش کیا جاتا تو فرماتے میں پہلے ہی سیر ہوں۔ اب کھانے کی حاجت نہیں''۔

(ابن سعد، الطبقات الکبری، ذکر علامات النبوۃ فی رسول اللہؐ قبل ان یوحی الیہ، ۱:۱۶۸)

کھانے پینے میں صبر و قناعت اور برداشت کے اس معمول کے متعلق ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی یہ عینی گواہی بھی ملاحظہ کیجئے، آپ فرماتی ہیں کہ

کان رسول الله ﷺ اذا دخل علی قال هل عندکم طعام؟ فاذا قلنا لا، قال انی صائم.

(سنن ابی داؤد، باب النیۃ فی الصیام، ۲:۳۲۹)

''جب آپ ﷺ گھر تشریف لاتے تو پوچھتے کیا تمہارے پاس کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس کے جواب میں اگر ہم یہ عرض کرتے کہ کوئی شے نہیں، تو فرماتے: پھر میں روزہ دار ہوں (روزے کی نیت کرتا ہوں)''۔

قاضی عیاض نے (الشفاء ۱:۸۵) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی اس روایت کو بیان کیا ہے کہ ''جب آپ ﷺ اپنے اہل خانہ میں تشریف فرما ہوتے تو بسا اوقات کھانے پینے کے متعلق کچھ پوچھتے ہی نہیں تھے۔ اگر گھر والوں نے کوئی چیز کھانے پینے کو

دے دی تو چپ کر کے کھا پی لی (ورنہ کوئی لمبا چوڑا تقاضا نہیں ہوتا تھا)''۔

یہ تو بھوک پیاس اور کھانے پینے کے معاملے میں آپ کی انتہائی قوت برداشت اور صبر و قناعت کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ جب آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ملکوتی و نورانی صفات کا غلبہ ہوتا اور آپ ﷺ قرب الٰہی و فنا فی اللہ کی انتہائی منازل پر فائز ہوتے تو ظاہری طور پر کھانے پینے کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔ چنانچہ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح میں یہ روایت موجودہ ہے کہ ایک موقعہ پر نبی اکرم ﷺ نے وصال کے روزے (مسلسل روزے جن کے درمیان کھانا پینا نہیں ہوتا) رکھنے شروع کئے تو حضور ﷺ کی اقتداء میں اتباع نبوی ﷺ کے سچے اور عملی طور پر دلدادہ صحابہ کرامؓ نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کردیئے۔ حضور اکرم ﷺ کو اپنے غلاموں کی اس اقتداء اور روش کا پتہ چلا تو از راہ شفقت و رحمت اور از راہ تخفیف و سہولت ایسا کرنے سے منع فرمایا۔ اس پر عاشقان رسول ﷺ نے عرض کیا کہ آخر آپ ﷺ بھی تو صوم وصال رکھ رہے ہیں؟ (پھر ہم اس سنت سے کیوں محروم رہیں) اس کے جواب میں اللہ کے رؤف رحیم نبی ﷺ نے فرمایا:

انی لست مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی. (صحیح بخاری، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم والغلو فی الدین والبدع، ۶:۶۸۶۹)

''میں تمہاری مانند نہیں ہوں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ میں رات اپنے پروردگار کے پاس گزارتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے''۔

کھانے پینے کے بشری تقاضے

تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کھانے پینے کی اور دیگر انسانی و معاشی ضروریات سے بالکل مبرا تھے۔ کھانے پینے اور دیگر حوائج ضروریہ کی تکمیل کے لئے آپ ﷺ کی سعی پر تو قرآن مجید کی نص موجود ہے کہ اہل مکہ نے نبی کریم ﷺ کے حوالے سے جب یہ اعتراض کیا کہ

مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ.

''اس رسول کو کیا ہوا ہے، یہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے''۔ (الفرقان:۷)

اللہ کریم نے اس فضول اعتراض کا جواب اور حضور ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ.

''اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی (حسبِ ضرورت) چلتے پھرتے تھے''۔ (الفرقان: ۲۰)

علاوہ ازیں صحاح ستہ اور اکثر کتب حدیث میں موجود باب کتاب الاطعمۃ اور سیرت و شمائل الرسول کی کتابوں میں آپ ﷺ کے مرغوب کھانوں اور مشروبات کی فہرست، بشری تقاضے غالب ہونے پر کھانا طلب کرنا اور بھوک محسوس فرمانا اس بات کی دلیل ہیں کہ آپ ﷺ بھوک پیاس اور دیگر بشری تقاضوں سے مبرا نہ تھے۔

آپ ﷺ کے اہل بیت اطہار بھی حد درجہ صابر و قانع ہونے کے باوجود آخر انسان تھے۔ دیگر انسانوں کی طرح انہیں بھی کھانے پینے، لباس، علاج معالجہ، روزمرہ کی دیگر ذاتی، معاشی، معاشرتی و سماجی ضروریات اور انسانی خواہشات کو ایک باعزت باوقار مناسب اور معقول انداز میں پورا کرنے کی ضرورت ہوتی تھی۔

اہل و عیال کے ضروری اخراجات اور حوائج ضروریہ کی فراہمی میں آپ ﷺ نے اپنی امت کے عیال دار لوگوں کے لئے ایک نمونہ بھی چھوڑنا تھا، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی

گزر بسر کس طرح ہوتی تھی اور آپ ﷺ خانگی ضروریات کی فراہمی و تکمیل کس طرح فرماتے تھے؟ آسان لفظوں میں آپ ﷺ کا ذریعہ معاش یا ذریعہ آمدن کیا تھا؟ آئندہ سطور میں ہم یہی چیز معلوم کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کا مالی ایثار وقربانی

ہمارے گرامی قدر سیرت نگاروں (نوراللہ قبورہم) نے اگرچہ بالعموم اس چیز کو مستقل عنوان کے تحت ذکر نہیں کیا تاہم حدیث کی کتابوں میں متفرق مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ معاش کا سراغ مل جاتا ہے۔ چنانچہ اہل علم کو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب جوانی میں قدم رکھا تو ذریعہ معاش کے لئے عام شرفاءِ مکہ اور اپنے آباؤ اجداد کے پیشہ تجارت کو اختیار فرمایا۔ اس سلسلے میں آپ ﷺ نے چچا جان کے ہمراہ شام کا تجارتی سفر اور پھر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تجارتی مال لے کر کئی ممالک کا سفر کیا اور اپنی دیانت و امانت اور خداداد ذہانت و فطانت سے دوسرے تاجروں سے کہیں زیادہ نفع کمایا۔ ۲۵ سال کی عمر میں جب آپ ﷺ سیدہ خدیجہؓ کے رفیقِ تجارت سے آگے بڑھ کر ان کے رفیقِ حیات بھی بن گئے تو انہوں نے زوجہ محترمہؓ کا شرف حاصل کرنے کے بعد اپنے خداداد مال، اپنے ایثار، اپنے خلوص ومحبت اور اپنی کمال وفاشعاری کے باعث حضور ﷺ کو مالی تفکرات سے مستغنی کردیا تھا۔ سیدہ خدیجہؓ کے اس ذاتی خلوص و محبت وفا شعاری اور مالی ایثار و قربانی کا اعتراف خود حضور ﷺ نے متعدد مقامات پر فرمایا۔

انصار صحابہؓ کے ہدیے اور تحائف

مکہ مکرمہ سے ہجرت کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سات ماہ تک معروف صحابی حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو مہمانی کا عظیم شرف بخشا۔ ظاہر ہے اس عرصے میں آپ ﷺ کو اپنے اور اپنے اہل عیال کے کھانے پینے اور دیگر گھریلو اخراجات کے لئے کسی کام اور محنت کی ضرورت نہ تھی۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی سعادت اور خوش نصیبی تھی کہ دیگر جاں نثار اور وفا شعار انصار کی زبردست خواہش اور حد درجہ تمنا کے باوجود اللہ کریم نے انہیں نبی پاک ﷺ کی ''مہمان نوازی'' کے لئے منتخب فرمالیا تھا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حضور ﷺ کی خاطر تواضع اور مہمانداری کرکے دنیا و آخرت کی سعادتیں حاصل نہ کرتے۔ وہ اگرچہ کوئی امیر کبیر آدمی نہ تھے جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک رات پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو پانی کے نیچے حضور ﷺ کے کمرے میں ٹپکنے کے اندیشے کے باعث انہیں اپنے ہی لحاف کے ذریعے اس پانی کو جذب کرنا پڑا تھا۔ گھر میں اتنا کپڑا (تولیہ وغیرہ) نہ تھا کہ اس سے پانی کو جذب کرسکتے۔ (سہیلی الروض الانف، ۲:۲۳۹)

اس کے باوجود ام ایوبؓ روزانہ بڑی عقیدت اور چاہت سے کھانا تیار کرکے اور پہلے بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کرتیں اور جو کھانا بچ رہتا، اسے میاں بیوی بطور تبرک بڑے شوق سے کھاتے اور برتن کی اسی جگہ سے کھاتے جہاں حضور ﷺ کے دست مبارک کے نشان لگے ہوتے تھے۔ (ابن اثیر الجزری، اسدالغابہ، ۲:۸۱)

حضرت ابو ایوبؓ تو مہمان نوازی کے طور پر ''ماحضر'' بارگاہ نبوی ﷺ میں پیش کرتے ہی تھے، اس دوران کئی دوسرے انصار صحابہ بھی روزانہ حضور ﷺ کے لئے کھانا اور دیگر تحائف پیش کرنے میں حضرت ابو ایوبؓ سے پیچھے نہیں تھے۔ چنانچہ سمہودی نے حضرت زید بن ثابتؓ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ حضرت ابو ایوب کے گھر جلوہ افروز ہوگئے تو سب سے پہلا آدمی جو ہدیہ لے کر حضور ﷺ کی رہائش گاہ میں داخل ہوا وہ میں تھا۔ گندم کی روٹی سے تیار کی گئی ثرید کا پیالہ کچھ گھی اور

دودھ آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہوئے میں نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ پیالہ (کھانا) میری والدہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر مجھے "**بارک اللہ فیھا**" کے الفاظ سے برکت کی دعا دی اور اپنے تمام ساتھیوں کو بلالیا اور ان کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ میں (زید بن ثابت) ابھی دروازے سے نہیں ہٹا تھا کہ حضرت سعد بن عبادہؓ (رئیس الانصار) کا غلام ایک ڈھکا ہوا پیالہ سر پر رکھے ہوئے آگیا۔ میں نے ابو ایوب کے دروازے پر کھڑے ہوکر اس پیالہ کا ڈھکنا اٹھا کر دیکھا تو اس میں ثرید تھی جس کے اوپر گوشت کی ہڈیاں نظر آرہی تھیں۔ غلام نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوکر وہ پیالہ پیش کردیا۔ زید بن ثابتؓ مزید فرماتے ہیں کہ کوئی رات ایسی نہ گزری تھی جس رات ہم بنی مالک بن النجار میں سے تین چار آدمی باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش نہ کرتے ہوں حتی کہ آپ ﷺ اپنے دولت کدہ میں منتقل ہوگئے۔ (سمہودی، وفاء الوفاء، ۱:۲۶۴)، (ابن کثیر، سیرۃ النبی، ج۱، ص۴۸۰۔۴۸۱)

☆ جب آپ ﷺ حضرت ابو ایوب کے گھر سے اپنے دولت کدہ منتقل ہوگئے تو شروع میں ہمیں آپ ﷺ کا کوئی ذریعہ معاش نظر نہیں آتا اور اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ انصار مدینہ خصوصاً پڑوسی انصاریوں نے اپنے خلوص ومحبت وعقیدت وارادت اور جذبہ ایثار کے باعث آپ ﷺ کو اہل بیت نبوی کے کھانے اور دیگر اخراجات کے سلسلے میں چنداں متفکر نہیں ہونے دیا۔ انصار کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے مرد اور عورتیں مختلف ہدایا (کھانے پینے کی چیزیں) بھیج کر رسول مقبول ﷺ کا قرب حاصل کرتے اور نظر التفات چاہتے تھے۔ حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیم کے پاس ہدیہ دینے کے لئے کوئی چیز نہ تھی انہوں نے یہ حسرت اپنا بیٹا انس بارگاہ نبوی ﷺ میں خدمت کے لئے پیش کرکے پوری کی۔ (ایضاً، ۱:۱۹۳)

☆ آپ کے ننھیالی عزیز اور صاحب حیثیت حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت سعد بن معاذؓ اور اسد بن زرارہؓ کی عقیدت کا تو یہ عالم تھا کہ روزانہ بلاناغہ ان کے کھانے کا پیالہ دولت کدہ نبوی میں پہنچتا تھا۔ (ایضاً)

انصار کی اس پرخلوص محبت کی تائید صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں موجود ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ

قد کان لرسول اللہ ﷺ جیران من الانصار وکانت لھم منائح فکانوا یمنحون رسول اللہ ﷺ من البانھم فیسقینا.

(صحیح بخاری، کتاب الھبہ وفضلھا، ۲:۹۰۷، الرقم:۲۴۲۸)

''رسول مقبول ﷺ کے چند پڑوسی انصار میں سے تھے جن کے پاس اونٹنیاں تھیں وہ (از راہ محبت) حضور ﷺ کے پاس دودھ بھیجا کرتے تھے تو وہ دودھ آپ ﷺ ہمیں پلادیتے تھے''۔

☆ علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے انصار صحابہ زراعت کے پیشہ سے منسلک تھے۔ ان میں سے صاحب ثروت حضرات نے اپنے اپنے باغوں میں ایک ایک درخت کو نشان زدہ کردیا تھا کہ اس کا پھل رسول اللہ ﷺ کے لئے ہوگا۔ چنانچہ ہر سال کھجور کی فصل کاٹنے پر اس درخت سے جتنی کھجوریں حاصل ہوتیں وہ سب حضور ﷺ کے گھر پہنچادی جاتیں۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، خطبہ نظام مالیہ وتقویم، ص۲۷۵)

آپ ﷺ یہ کھجوریں قبول فرماتے رہے مگر جب ۳۔۴ ھ میں بنو قریظہ اور بنونضیر کے املاک اور زرعی زمینیں بطور ''فیئ'' آپ ﷺ کے زیر تصرف آگئیں تو آپ ﷺ نے مخلصین انصار کے یہ باغات (درخت) ان کو واپس فرمادیئے تھے۔

ذاتی بکریاں و اونٹنیاں

ہاتھ سے کما کر کھانے والے بلکہ دوسروں کو کھلانے والے نبی کریم ﷺ کے لئے کیسے ممکن تھا کہ وہ ان صحابہؓ کے تحائف و ہدایا اور نذرانوں پر بھروسہ کرتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاتے۔ انصار کے یہ پرخلوص ہدیے اور نذرانے تو محض ان غلاموں وعقیدت مندوں کی تسکین خاطر عزت افزائی اور بلندی درجات کے لئے قبول کئے جاتے تھے۔ بنا بریں بلاذری اور دیگر سیرت نگاروں کے مطابق حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بال بچوں کی غذائی ضروریات کے لئے دودھ دینے والی کچھ بکریاں اور اونٹنیاں ذاتی طور پر خرید لیں تھیں اور کچھ لوگوں نے بطور ہدیہ پیش کی تھیں۔

(البلاذری، انساب الاشراف، ۱:۵۱۲ تا ۵۱۴)

ان بکریوں اور اونٹنیوں کے لئے شہر مدینہ کے مضافات میں ایک چراگاہ معین کی گئی جہاں ایک صحابی رضا کارانہ طور پر ان جانوروں کی نگہداشت کرتے، انہیں چرانے کا فریضہ انجام دیتے اور روزانہ دودھ اس مقام سے مدینہ منورہ لاکر رسول اللہ ﷺ کے ہاں پہنچایا کرتے تھے۔ اہل خاندان اس دودھ کو استعمال کرتے تھے۔ (ڈاکٹر محمد حمیداللہ، خطبات بہاولپور، خطبہ نظام مالیہ وتقویم، ص۲۷۶)

مالِ غنیمت میں حصہ

۲ھ رمضان المبارک میں غزوہ بدر پیش آیا اور اس کے بعد بوجوہ غزوات کا ایک مستقل سلسلہ چل نکلا۔ دشمنان اسلام پر فتح کے نتیجہ میں ان کی املاک اور سازو سامان غنیمت کے طور پر ہاتھ لگتا۔ اللہ کریم نے سابق انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے برعکس اس مال غنیمت کو حضور ﷺ کے لئے بطور خاص حلال قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

احلت لی الغنائم ’’میرے لئے غنیمتیں حلال کردی گئیں‘‘۔ (مشکوٰۃ، ص۵۱۲)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا:

فلم تحل الغنائم لاحدمن قبلنا ذلک بان الله رای ضعفنا وعجزنا فطيبهالنا.

’’ہم سے قبل کسی کے لئے یہ غنیمتیں حلال نہ تھیں۔ بایں وجہ کہ اللہ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھا تو غنیمت کو ہمارے لئے حلال کردیا‘‘۔ (**مسلم، باب تحليل الغنائم لهذه الامة خاصه، ۳:۱۳۶۶، الرقم: ۱۷۴۷**)

چنانچہ آپ ﷺ کے لئے اور آپ ﷺ کے غلاموں کے لئے یہ ایک آمدن کا ذریعہ بن گیا۔ قرآنی ہدایات کے مطابق جو کچھ مال غنیمت حاصل ہوتا اس کا ۱/۵ حصہ (خمس) نائب الٰہی سربراہ مملکت اور رسول خدا ہونے کی حیثیت سے آپ ﷺ کی (سرکاری) تحویل میں آتا اور باقی ۴/۵ حصہ (منقولہ) مجاہدین اور غازیوں میں تقسیم کردیا جاتا۔ کل مال غنیمت کا ۱/۵ حصہ میں اللہ کریم نے پانچواں حصہ یعنی کل کا ۱/۲۵ نبی کریم ﷺ کے لئے مختص فرمادیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ. (الانفال: ۴۱)

’’اور جان لو کہ جو کچھ مالِ غنیمت تم نے پایا ہو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول (ﷺ) کے لیے اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں کے لیے (ہے) اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہے‘‘۔

تمام غزوات میں نبی کریم ﷺ نہ صرف شریک ہوتے بلکہ امیر لشکر بھی ہوتے تھے۔ اس لئے مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ جو مجاہدوں اور غازیوں میں پیدل اور سوار میں تھوڑے سے فرق (پیدل کے لئے ایک اور سوار کے لئے دو حصے) کے ساتھ تقسیم کیا جاتا تھا۔ اس میں دیگر مجاہدین کے ساتھ حضور ﷺ کو بھی برابر کا حصہ ملتا۔ یوں مال غنیمت سے ملنے والا حصہ نبی کریم ﷺ کی آمدن کا

ایک معقول ذریعہ بن گیا۔ کیونکہ بعض غزوات میں کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا مثلاً صرف ہوازن سے جو مال غنیمت حاصل ہوا اس میں واقدی اور ماوردی کی صراحت کے مطابق چھ ہزار غلام و باندیاں، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ (واقدی، کتاب المغازی، ۳:۹۴۳)

صحابہ کا باغات وقف کرنا

۳ھ میں جب غزوہ احد پیش آیا تو اس میں اگرچہ مسلمانوں کو کوئی مال غنیمت نہیں ملا تھا تاہم اللہ کریم نے اپنے وعدہ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۲،۳)

''اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے (دنیا و آخرت کے رنج و غم سے) نکلنے کی راہ پیدا فرما دیتا ہے ۝ اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا فرماتا ہے۔ جس کا وہ گمان بھی نہیں کرسکتا''۔

کی ایک جھلک دکھاتے ہوئے اس موقعہ پر اپنے محبوب ﷺ کو ایک ایسی جگہ سے رزق بہم پہنچایا۔ جس کا بظاہر دور دور تک کوئی امکان اور گمان تک نہ تھا۔ چنانچہ مورخین کا بیان ہے کہ مخیریق نامی یہودی بنونضیر میں ایک معتبر عالم تھا۔ اس کے پاس سات زمینیں یا سات باغات تھے۔ غزوہ احد کے دن آپ ﷺ پر ایمان لایا اور حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ میں شریک ہوئے اور وصیت کی کہ اگر میں شہید ہوجاؤں تو میرے ساتوں باغات (بمع زمین) رسول اللہ ﷺ کے ہوں گے۔ چنانچہ وہ شہید ہوگئے تو ان کے سارے باغات حسب وصیت حضور ﷺ کی ملکیت میں آگئے۔ (الماوردی، احکام السلطانیہ، ص۲۷۲)

ظاہر ہے ان باغات کی آمدنی اب حضور ﷺ کی ذاتی آمدنی بن گئی تھی۔ اس کے بعد قرین قیاس یہی ہے کہ آپ ﷺ کے لئے کوئی مالی دشواری نہیں رہی ہوگی۔ ان باغات کے متعلق ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی طبعی فیاضی، جودوسخا اور رحمۃ للعالمینی کے باعث یہ باغات مہاجرین، غرباء و مساکین کے لئے وقف کردیئے تھے۔

اموال و املاک فئے

مال غنیمت میں حصہ اور حضرت مخیریقؓ کے مذکورہ سات باغات کے علاوہ ایک اور بہت بڑا ذریعہ آمدن یا ذریعہ معاش جو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے لئے پیدا فرمایا وہ مال فئی تھا۔ یہ وہ املاک و اموال تھے جن کے لئے مجاہدین اسلام کو کوئی جنگ اور لشکر کشی نہیں کرنی پڑی بلکہ اہل حرب (یہود وغیرہ) کے ساتھ معاہدہ صلح کے بدلے میں یہ مال حاصل ہوئے تھے۔ یہ مال فے نبی کریم ﷺ کے لئے مختص تھا۔ آپ ﷺ جیسے چاہتے اس میں تصرف فرماتے۔ اپنے لئے خاص کرلیتے یا جن صحابہ میں چاہتے تقسیم فرمادیتے۔ مال غنیمت کے برعکس کل مال فے کو اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کے لئے مخصوص کرتے ہوئے فرمایا:

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ.

''جو (اَموالِ فَے) اللہ نے (قُرَیظہ، نَضِیر، فِدَک، خَیبر، عُرَینہ سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (ﷺ) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے ہیں اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبدالمطّلب) کے لیے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہیں''۔ (الحشر: ۷)

اس سلسلے میں سب سے پہلا مال فئے جو ۳ھ یا ۴ھ میں ہاتھ آیا وہ مدینہ منورہ کے نواح میں رہنے والے یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کے اموال تھے۔ حضور ﷺ کے ساتھ ایک معاہدے کے مطابق یہ لوگ

اپنے ہتھیاروں کے علاوہ جتنا منقولہ سامان لے جاسکتے تھے، اٹھا کر جلاوطن ہوگئے۔ جس کے نتیجے میں ان کے کھجوروں کے نخلستان حضور ﷺ کے زیر تصرف آ گئے۔

لہذا یہ اموال رسول اللہ ﷺ کی خصوصی ملکیت تھے۔ آپ ﷺ ان اموال (نخلستان) کی آمدن سے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے سال بھر کا نفقہ لے لیتے اور باقی ماندہ آمدنی جہاد فی سبیل اللہ اور فقراء مہاجرین میں خرچ فرماتے تھے۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول ہے کہ

کانت لرسول الله ﷺ ثلث صفایا بنو النضیر وخیبر وفدک فاما بنو النضیر فکانت حبسا لنوائبه واما فدک فکانت حبسا لا بناء السبیل واما خیبر فجزء ها رسول الله ﷺ ثلاثه اجزاء جزئین بین المسلمین وجزء نفقة لاهله فما فضل عن نفقة اهله جعله بین فقراء المهاجرین. (سنن ابی داؤد، باب صفایا النبی من الاموال، ۳:۱۴۱، الرقم:۲۹۶۷)

''بنو نضیر، خیبر اور فدک کے تینوں اموال (باغات وغیرہ) رسول اللہ ﷺ کے لئے مخصوص (چن لئے گئے) تھے۔ چنانچہ بنو نضیر کے اموال سے آمدنی آپ ﷺ کے ذاتی حوائج وحوادث (ناگہانی ضروریات) کے لئے اور فدک سے آمدنی مسافروں کے لئے مختص تھی جبکہ خیبر سے آمدنی کو آپ ﷺ نے تین حصوں میں تقسیم کردیا تھا (کیونکہ خیبر کے بعض قلعے بزور شمشیر فتح ہوئے تھے اور بعض معاہدہ صلح کے نتیجہ میں) دو حصے مسلمانوں میں تقسیم فرمادیئے اور ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے نان نفقہ کے لئے رکھ لیا۔ پھر اپنے اہل خانہ کے نفقہ سے جو بچ رہتا اسے بھی فقراء مہاجرین میں تقسیم کردیتے۔

ابن سعد نے متعدد ازواج مطہرات کے تذکرے میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انہیں خیبر کی آمدنی سے سالانہ (۸۰) وسق (۴۰۵ من) کھجور اور (۲۰) وسق (۱۰۱ من ۱۰ سیر) جو سالانہ عنایت فرماتے تھے۔ (ابن سعد، طبقات الکبریٰ، ۸:۸۰، ۹۵، ۱۰۰، ۱۰۷، ۱۱۹، ۱۲۷، ۱۴۰)

درج بالا یہی وہ اموال فئے تھے جن کو حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزہراء نے غلط فہمی میں سیدنا صدیق اکبرؓ سے بطور میراث لینے کا مطالبہ کیا تھا مگر خلیفہ اول کی زبانی جب حضور ﷺ کے ترکہ میں فرمان نبوی ﷺ کے مطابق میراث جاری نہ ہوسکنے کی حقیقت معلوم ہوئی تو آپؓ خاموش ہوگئیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب سیدہ فاطمہؓ نے ان اموال میں میراث کا مطالبہ کیا تو صدیق اکبرؓ نے فرمایا:

''بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

لا نورث ماترکنا فهو صدقة انما یاکل آل محمدؐ من هذا المال.

''ہم انبیاء کی مالی وراثت نہیں چلتی، ہم جو کچھ چھوڑیں وہ صدقہ (وقف) ہوتا ہے۔ البتہ آل محمد ﷺ اس مال یعنی اللہ کے مال سے کھاتے رہیں گے''۔

ان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ کھانے پینے کی ضروریات سے زیادہ کا مطالبہ کریں۔ قسم بخدا نبی کریم ﷺ کے صدقات کا استعمال جس طرح آپ ﷺ کے عہد میں ہوتا تھا اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کروں گا۔ میں ان کے بارے میں ہر قیمت پر وہی کروں گا جو رسول مقبول ﷺ کیا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر صدیق اکبرؓ نے یہ بھی فرمایا:

والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله احب الی ان اصل من قرابتی.

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں

میری جان ہے، رسول اللہ ﷺ کے قرابتداروں سے صلہ رحمی کرنا مجھے اپنے اقرباء کی صلہ رحمی سے زیادہ عزیز ہے''۔ (مطلب یہ ہے کہ آپ کے مالی حقوق تو ادا کئے جاتے رہیں گے مگر ان اموال میں میراث جاری نہ ہوگی)۔

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ، ۳:۱۲۶۰، الرقم:۳۵۰۸)

بادشاہوں اور وفود کے ہدیے

نبی کریم ﷺ کی معاش، گزر بسر اور آمدن کا ایک ذریعہ صحابہ کے ہدایا کے علاوہ مختلف ممالک کے بادشاہوں اور فرمانرواؤں کے تحائف اور ہدیے بھی تھے۔ جن کو آپ ﷺ ان کی عزت افزائی اور تالیف قلبی کے لئے قبول فرمالیتے تھے۔ مثلاً مقوقس ملک القبط نے ایک دفعہ دو لونڈیاں، ایک جوڑا کپڑے اور ایک سفید خوبصورت خچر بھیجا جس کا نام دلدل تھا۔۔۔ فروہ بن عمر جذامی (عامل قیصر) نے ایک عمدہ خچر، گھوڑے، کپڑے اور سندس کی قبا بھیجی۔۔۔ اسی طرح اکیدر دومۃ الجندل نے قیمتی ہدیے بھیجے۔ بادشاہوں کے علاوہ مختلف وفود جو ہدایا لاتے تھے وہ اس کے علاوہ تھے۔ (نسیم الریاض، شرح الشفاء، ۱:۴۷۱)

درج بالا ظاہری وحسی ذرائع معاش اور خاطر خواہ ذرائع آمدن موجود ہونے، **قد اعطیت مفاتیح خزائن الارض** باطنی طور پر زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ میں ہونے اور دس لاکھ مربع میل کا حکمران ہونے کے باوجود اگر شہنشاہ دوسرا تاجدار مدینہ، نبی کریم رؤف رحیم ﷺ کے گھروں میں بقول ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ دو دو مہینے آگ نہیں جلا کرتی تھی تو ظاہر ہے اس کا باعث معاشی و مالی مجبوری نہ تھی بلکہ

۱۔ اس کی ایک وجہ تو امت کے صاحب ثروت و دولت لوگوں کے لئے صبرو قناعت اور زہد وفقر کا عملی نمونہ پیش کرنا تھا۔

۲۔ دوسرا اس اختیاری زہد وفقر سے غرباء و مساکین امت کے لئے ڈھارس وحوصلہ کا سامان مہیا کرنا تھا۔

۳۔ تیسرے اپنی طبعی رحمت و شفقت اور جبلی فیاضی و کریمی کے باعث اپنا سب کچھ خلق خدا پر خرچ کردینا تھا۔

جس کی ایمان افروز ترجمانی اعلیٰ حضرت فاضل بریلویؒ نے یوں کی ہے:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہادیئے ہیں در بے بہادیئے ہیں

﴿مبارکباد﴾

گذشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے محترم شیخ سہیل احمد صدیقی الازہری کو منہاج القرآن انٹرنیشنل برطانیہ میں ''مفتی'' کی ذمہ داریاں تفویض کی ہیں۔ محترم سہیل احمد صدیقی کو اس ذمہ داری کا ملنا نہ صرف ان کے لئے اعزاز ہے بلکہ منہاج القرآن انٹرنیشنل برطانیہ کے لئے بھی باعث افتخار ہے کہ شیخ الاسلام نے آپ جیسی علمی، فکری شخصیت کو اس نہایت اہم ذمہ داری کے لئے منتخب فرمایا۔ ہم محترم مفتی صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اس ذمہ داری کو احسن طور پر نبھانے اور اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بارگاہ سے علم وحکمت کا خصوصی فیض عطا فرمائے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ڈاکٹر علی اکبر الازہری

حضور نبی اکرم ﷺ کا ادب و احترام نہ صرف کمال ایمان ہے بلکہ اصل ایمان ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرتِ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ہر ایک ادا اور عمل ادبِ مصطفیٰ ﷺ میں رچا بسا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی افضلیت کے حوالے سے حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ نَظَرَ فِیْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَلَمْ یَجِدْ قَلْبًا اَتْقٰی مِنْ قُلُوْبِ اَصْحَابِیْ وَلِذٰلِکَ اخْتَارَهُمْ فَجَعَلَهُمْ اَصْحَابًا فَمَا اسْتَحْسَنُوْا فَهُوَ عِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ وَّمَا اسْتَقْبَحُوْا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ قَبِیْحٌ.

”اللہ تعالیٰ نے کوئی قلب میرے صحابہ کے قلوب سے زیادہ پاکیزہ نہیں دیکھا۔ اس لئے ان کو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا۔ جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے اور جو برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے“۔

صحابہ کرام کے دلوں میں موجود اسی پاکیزگی و تقویٰ ہی کا اثر تھا کہ وہ آپ کے آداب کو ہر جگہ اور ہر وقت بجالاتے۔ اگر کسی بشری تقاضے یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت ہوجاتی جس میں ہلکا سا بے ادبی کا شائبہ بھی ہوتا تو فوراً کلام الٰہی کے ذریعے تنبیہ اور زجرو توبیخ نازل ہوتی جس سے سب خبردار اور ہوشیار ہوجاتے۔ صحابہ کرام کے قلوب میں آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم اس قدر راسخ تھی کہ وہ آقا ﷺ کے روبرو بات نہ کرسکتے تھے اور اگر آپ ﷺ سے کچھ دریافت کرنا مقصود ہوتا تو کئی دنوں تک خاموش رہتے اور موقع کے منتظر رہتے۔ یا کسی بدو/ اعرابی/ دیہاتی کے آنے کا انتظار کرتے کہ وہ آکر رسول اللہ ﷺ سے کچھ پوچھے اور ہم اس سے استفادہ کریں کیونکہ وہ حضور ﷺ کی تعظیم و اکرام کے باعث خود دریافت نہ کرسکتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں آکر بیٹھتے تو بالکل بے حس و حرکت سرنیچے کیے بیٹھے رہتے۔ نگاہ اٹھا کر بھی حضور ﷺ کی طرف دیکھنا بے ادبی خیال کرتے تھے۔

ادب ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس کے زیرِ اثر انسان سے مختلف افعال ظہور میں آتے ہیں۔ صحابہ کرام، حضور نبی اکرم ﷺ کا ادب کس طرح بجا لاتے، اس کو کماحقہ احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے۔ تاہم صحابہ کرامؓ کے ادبِ مصطفیٰ ﷺ پر مبنی چند اعمال و افعال کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے قلب و روح کے لئے روشنی حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں:

سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے والد ابوقحافہ نے کفر کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں کوئی ناشائستہ کلمہ منہ سے نکالا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے

فوراً ان کے منہ پر طمانچہ کھینچ مارا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا تو عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ اس وقت میرے پاس تلوار نہ تھی ورنہ ایسی گستاخی پر ان کی گردن اڑا دیتا۔ اسی وقت آپ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَ هُمْ اَوْ اَبْنَآءَ هُمْ اَوْاِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ. (المجادلة:۲۲)

''آپ اُن لوگوں کو جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں کبھی اس شخص سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے دشمنی رکھتا ہے خواہ وہ اُن کے باپ (اور دادا) ہوں یا بیٹے (اور پوتے) ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اُس (اللہ) نے ایمان ثبت فرما دیا ہے اور انہیں اپنی روح (یعنی فیضِ خاص) سے تقویت بخشی ہے''۔

☆ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور نبی اکرم ﷺ کی محبت میں فنا تھے اور آپ ﷺ سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت اور اس کا ادب ان کے ایمان کا حصہ تھا۔ آغاز خلافت میں منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو منبر کے جس درجے پر رسول اللہ ﷺ بیٹھ کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، حضرت ابو بکر صدیقؓ ادباً اس سے نچلے درجہ پر بیٹھے۔ بعد ازاں حضرت عمرؓ نے اپنے ایام خلافت میں اسی منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینا چاہا تو وہ اس درجہ سے بھی نیچے کے درجے پر بیٹھے جہاں سیدنا صدیق اکبرؓ بیٹھے تھے کیونکہ ان کے نزدیک مقام رسول اللہ ﷺ کے ادب کے ساتھ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے مقام کا ادب بھی واجب تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت عباسؓ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالہ تھا۔ ایک روز حضرت عمرؓ نئے کپڑے پہنے ہوئے مسجد جارہے تھے۔ جب اس پرنالے کے قریب پہنچے تو اتفاق سے اس دن حضرت عباسؓ کے گھر دو مرغ ذبح کئے جارہے تھے، ان کا خون نالے سے نیچے بہہ رہا تھا، اس خون کے چند قطرے حضرت عمر فاروقؓ کے کپڑوں پر پڑ گئے۔ آپ نے فوراً اس نالے کے اکھاڑ ڈالنے کا حکم صادر فرمایا تا کہ یہاں سے گزرنے والوں کے کپڑے اس سے خراب نہ ہوں۔ لوگوں نے فوراً اس پرنالے کو اکھاڑ دیا اور آپ گھر واپس آکر دوسرے کپڑے پہن کر مسجد میں تشریف لائے۔ نماز کے بعد حضرت عباسؓ آپ کے پاس آکر کہنے لگے یاامیرالمومنین! خدا کی قسم اس پرنالے کو جسے آپ نے اکھاڑ ڈالا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس جگہ لگایا تھا۔ حضرت عمرؓ یہ سن کر نہایت مضطرب اور پریشان ہوئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپؓ نے عباسؓ کو فرمایا کہ اے عباس! میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ آپ اپنے پاؤں میرے کندھے پر رکھ کر اس پرنالے کو جیسا حضور ﷺ نے لگایا تھا اسی جگہ پر لگادو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی درخواست پر اس کو پہلی جگہ پر لگادیا۔

حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عباسؓ کے دل میں موجود محبت اور عظمت و ادب مصطفیٰ ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کے ہاتھوں سے لگے ہوئے پرنالے کو بھی اس کی جگہ سے ہٹانا بے ادبی سمجھتے تھے۔

حضرت عثمان غنیؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت عثمان غنیؓ کا دل محبت و ادب مصطفیٰ ﷺ سے اس حد تک معمور تھا کہ جب آپؓ کو نبی کریم ﷺ نے حدیبیہ کے موقع پر سفیر بنا کر مکہ بھیجا تو آپؓ نے کفار مکہ کی اجازت کے باوجود آقا ﷺ کے بغیر طواف کعبہ کرنے سے انکار کردیا۔ گویا آپ نے بیت اللہ شریف کے طواف کرنے کے مقابلے میں (جو عبادت میں

داخل ہے) حضور ﷺ کے ادب کو افضل جانا۔

☆ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں کہ میں اسلام میں چوتھا شخص ہوں اور میرے نکاح میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے دی ہیں اور میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہیں چھوا۔

ادب کا یہ وہ مرتبہ عظمیٰ ہے جس کا حق ہر شخص ادا نہیں کرسکتا بلکہ یہ صرف حضرت عثمانؓ کا ہی حصہ تھا۔ معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسا خاصہ ہے کہ جو کسی حکم یا مثال کا محتاج نہیں بلکہ اہل ایمان کے دلوں کی خاص کیفیت کا نام ہے جس کو وہ ایمان سے متعلق کرتے ہیں۔

حضرت علیؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ صلح نامہ لکھا جو رسول اللہ ﷺ اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے دن ہوا تھا۔ اس عہد نامہ کی عبارت میں حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے ''محمد رسول اللہ'' کے الفاظ لکھوانے پر مشرکوں نے کہا کہ لفظ ''رسول اللہ'' نہ لکھو۔ کیونکہ اگر ہم آپ کی رسالت کو تسلیم کرتے تو پھر لڑائی کیا تھی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ اس لفظ کو کاٹ دو۔ ادب اور تعظیم کو ترجیح دیتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ میں وہ شخص نہیں ہوں جو اس لفظ کو کاٹے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے کاٹ دیا۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لفظ ''رسول اللہ'' مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت علیؓ نے معذرت کا اظہار کردیا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا.

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو''۔ (الحشر: ۷)

سورۃ احزاب میں ارشاد فرمایا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا. (الاحزاب: ۳۶)

''اور نہ کسی مومن مرد کو (یہ) حق حاصل ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) کسی کام کا فیصلہ (یا حکم) فرما دیں تو ان کے لیے اپنے (اس) کام میں (کرنے یا نہ کرنے کا) کوئی اختیار ہو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ یقیناً کھلی گمراہی میں بھٹک گیا''۔

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ سے حکم عدولی کا تصور تک بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اصحاب تو وہ تھے جو ایک اشارہ پر جان تک قربان کردیتے تھے۔ پھر کیا وجہ تھی حضور ﷺ کے بنفس نفیس خود حکم فرمانے کے باوجود حضرت علیؓ آپ ﷺ کے اس حکم کو نہیں مان رہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم عدولی نہیں، اس لئے کہ اگر یہ بات ہوتی تو خود حضور ﷺ ان کی زجر و توبیخ فرمادیتے یا کوئی آیت نازل ہوجاتی مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ سچے دل سے ادبِ مصطفیٰ ﷺ کو بجا لاتے تھے۔ اس ادب کے مقابلے میں اس طرح کی حکم عدولی جس کا مطمع نظر ادب و تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہی ہو، کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ کے دلوں میں وقعت و عظمت مصطفیٰ ﷺ کامل طور پر موجود تھی۔

صحابہ کرامؓ کے دلوں پر ادب کا اس قدر تسلط تھا کہ محبوب ﷺ اگر کسی ایسے کام کا حکم دیں جس کا کرنا اُن کی اپنی نظر میں انہیں محبوب ﷺ کا بے ادب بنادے تو وہ ادب کو ترجیح دیتے ہوئے ایسے حکم کی اطاعت پر معذرت کا

اظہار کر دیتے ہیں۔ گویا نص قطعی کے مقابلہ میں بھی ادب ہی کو ترجیح ہے۔ اس تمام واقعہ سے اس امر کی صراحتاً وضاحت ہوگئی کہ دین سارا ادب ہی کا نام ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عمداً نماز عصر کو ترک کر دینا، محض اس خیال سے کہ اگر میں نے اپنا زانو ہلایا تو حضور ﷺ جو میری گود میں سر رکھے آرام فرما رہے ہیں بیدار ہو جائیں گے اور آپ کے آرام میں خلل آجائے گا، صحابہ کرامؓ کے دل و دماغ میں موجود ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ لہذا آپؓ نے محض حضور ﷺ کے ادب کی وجہ سے زانو کو نہ ہلایا۔ حتی کہ آفتاب غروب ہوگیا اور نماز عصر کا وقت جاتا رہا۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نماز کے فوت ہوجانے کا حال عرض کیا گیا تو حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! علی تیری اور میری اطاعت میں تھا، پس آفتاب کو طلوع کردے۔ پس اسی وقت ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا۔ حضرت علیؓ نے نہایت تسکین کے ساتھ نماز عصر ادا کی پھر آفتاب حسب معمول غروب ہوگیا۔

نماز کا وقت پر پڑھنا اطاعت الٰہی میں شمار ہوتا ہے مگر یہاں حضور ﷺ نے حضرت علیؓ کے کمال ادب کو دیکھتے ہوئے ان کے اس عمل کو نہ صرف اپنی اطاعت بلکہ اطاعت الٰہی میں شمار فرمایا اور پھر اس ادب مصطفیٰ ﷺ کا اجر بھی انہیں سورج واپس پلٹاتے ہوئے عصر کی نماز قضا کے بجائے وقت پر پڑھوا کر عطا کر دیا۔

حضرت براء بن عازبؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

عبد بن فیروزؒ سے مروی ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں۔ ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو۔ دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو۔ تیسرا وہ جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔ اس کی آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی لیکن میری انگلیاں آپ ﷺ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں دست مبارک کے اشارہ سے تعیین کرتے ہوئے فرمایا کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی۔ براء بن عازبؓ نے جب اس واقعہ کو بیان کیا تو ادب نے اجازت نہ دی کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی ہلکی سی بھی مشابہت اپنے ہاتھ سے دی جائے۔ لہذا عذر ظاہر کیا کہ میری انگلیاں چھوٹی ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود صرف تعیین عدد ہے۔ ظاہراً نہ اس میں کوئی مساوات کا شائبہ ہے نہ سوءِ ادب کا۔ اس کے باوجود ادب نے گوارا نہ کیا کہ حضور ﷺ کے دست مبارک کی طرح اپنی انگلیاں اٹھا کر گنتی کی جائے کہ کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں۔

آقا ﷺ کے دوسرے آداب کو اسی پر قیاس کرلینا چاہئے۔ افسوس ان لوگوں کے حال پر جو ایک طرف اپنے علم کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی کے کلمات کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں فہم سلیم عطا فرمائے تاکہ وہ عذاب اخروی سے بچ جائیں۔

حضرت ابوہریرہؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

ابو رافعؓ سے مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ کے کسی راستہ میں دیکھا چونکہ میں جنبی تھا، اس لئے چھپ گیا۔ پھر غسل کرکے حاضر خدمت اقدس ہوگیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوہریرہ! تم کہاں تھے؟ عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔ فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰهِ اَنَّ الْمُوْمِنَ لَا يَنْجَسُ.

(صحیح بخاری، باب الجنب یخرج ویمشی، ۱:۱۰۹)

''پاک ہے اللہ تعالیٰ، مومن نجس نہیں ہوتا''۔

ابوہریرہؓ کا اس حالت میں آپ ﷺ کے سامنے نہ آنا ظاہر کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی کمال درجہ کی عظمت ان کے دل میں موجود تھی۔ جس نے ان کی عقل کو مقہور کرکے ان کے دل کو اس ادب پر مجبور کردیا تھا ورنہ وہ جانتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے حسی نہیں، جس سے دوسرے کو کراہت ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہوسکتا۔

رسول اللہ ﷺ نے مسئلہ شرعیہ بیان فرمادیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ مگر اصل بات یہی ہے کہ اس حالت میں حاضر ہونے میں صرف ادب مانع تھا۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کرلیتے کہ اس حالت میں آقا ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے میں کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آسکتا تھا کہ چل کر تو دیکھئے کہ حضور منع فرمائیں گے تو ایک مسئلہ معلوم ہوجائے گا، خصوصاً اس زمانہ میں کہ ہر روز نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ لیکن ایسا نہ کیا اس لئے کہ ادب نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت و جرأت نہ دی۔

حضرت اسلع بن شریکؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

زرقانی نے شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اسلع بن شریکؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی پر کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور حضور ﷺ نے کوچ کا ارادہ فرمایا۔ اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے نہاؤں تو سردی سے مرجانے یا بیمار ہوجانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبوراً کسی انصاری شخص سے کہہ دیا کہ کجاوہ باندھے۔ پھر میں نے چند پتھر رکھ کے پانی گرم کیا اور نہا کر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے جاملا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے اسلع! کیا وجہ ہے کہ تمہارا باندھا ہوا کجاوہ آج ہل رہا ہے؟ عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں نے نہیں باندھا تھا۔ فرمایا: کیوں؟ عرض کیا: اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا۔ اس لئے کسی اور کو باندھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔ اسلعؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سفر میں تیمّم کرنے کی اجازت کا حکم نازل ہوا۔

سبحان اللہ! کیا ادب تھا کہ جس کجاوہ میں رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے اس کی لکڑیوں کو حالت جنابت میں ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ تھا۔ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو اس کا منشا محض ایمان دکھلائی دے گا۔ جس نے ایسے پاکیزہ خیالات ان حضرات کے دلوں میں پیدا کردیئے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم تھی نہ صراحتاً ترغیب و تحریص۔ الحاصل جب ان لکڑیوں کا اس قدر ادب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کا جس قدر بھی ادب کیا جائے تو محمود ہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ اور ادبِ مصطفیٰ ﷺ

ایک جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی ٹوپی گر پڑی، آپؓ نے اس کے حصول کے واسطے سخت جنگ کی۔ بعد میں آپؓ سے پوچھا گیا کہ ایک ٹوپی کے خاطر آپؓ نے کیوں اتنی تگ و دو کی؟ فرمایا: میں نے یہ فعل ٹوپی کے واسطے نہیں کیا بلکہ اس لئے کہ اس ٹوپی میں حضور ﷺ کے چند موئے مبارک تھے، لہذا میں نے ان موئے مبارک

کے واسطے اتنی لڑائی کی تا کہ وہ ضائع نہ ہوں اور میں ان کی برکت سے محروم نہ ہو جاؤں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بارہا مرتبہ دیکھا گیا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی جگہ پر رکھا اور پھر اس کو اپنے منہ پر ملا۔

افسوس! آج لوگوں کو صحابہ کرامؓ اہل بیت اطہار اور ائمہ اسلاف کے مسلک سے کس قدر دور کردیا گیا ہے۔ اس زمانہ میں حالانکہ ان امور کی تعلیم عموماً نہ تھی مگر دل ہی کچھ ایسے مہذب اور مؤدب تھے کہ قسم قسم کے آداب اور طرح طرح کے حسن عقیدت پر دلالت کرنے والے افعال خود بخود ان سے ظہور پاتے تھے اور وہ ان کو اصول شرعیہ پر منطبق کردیتے تھے۔ ان حضرات کے دل وہ تھے جن کو تمام بندوں کے دلوں پر فضیلت ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صحابیت کے واسطے منتخب فرمایا تھا۔

خیرالقرون کا یہ حال تھا کہ ہر قسم کے آداب کی بنیاد رکھی جاتی تھی اور اس آخری زمانہ کا حال یہ ہے کہ اگر کسی سے اس قسم کے افعال صادر ہوجائیں تو ہر طرف سے اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگتی ہے اور صرف اعتراض ہی نہیں بلکہ شرک کے الزام تک نوبت پہنچادی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ادبِ مصطفیٰ ﷺ عطا فرمائے۔

تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ کا وجوب، حیات و بعدِ وصال

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و تکریم جیسی آپ کی زندگی میں کرنا واجب و لازم ہے ویسے ہی آپ کے وصال کے بعد بھی واجب و لازم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا:

لاینبغی رفع الصوت علی رسول الله ﷺ حیا و لا میتا.

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آواز کو بلند نہیں کرنا چاہئے، نہ زندگی میں اور نہ ہی وصال کے بعد۔

☆ حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ

انها کانت تسمع صوت وتد یوتد والمسار یضرب فی بعض الدور المتصلة بمسجد النبی ﷺ فترسل الیهم لا توذو رسول الله ﷺ .

’جب انہوں نے مسجد نبوی کے اردگرد گھروں میں گاڑھی جانے والی کھونٹی اور میخ ٹھونکنے کی آواز سنی تو انہوں نے ان گھر والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت نہ دو‘۔

☆ حضرت علیؓ کے بارے میں مروی ہے کہ

لما عمل مصراعی داره ما عملها الا بالمناصع توقیا لذلک وتادبا معه.

’’آپ نے اپنے دروازے کے کواڑ اس وعید سے بچنے کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس ادب کی خاطر کپڑے کے بنائے ہوئے تھے‘‘۔

مسجد نبوی کی تعظیم نہ کرنے پر تعزیری حکم

مسجد نبوی میں ادبِ مصطفیٰ ﷺ کی بناء پر اونچا بولنا ممنوع ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے مسجد نبوی میں آواز بلند کرنے والوں کو تنبیہ کی اور ڈانٹا۔ سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ

میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ دیکھا تو عمر بن خطابؓ ہیں۔ کہا جاؤ اور ان دو افراد کو لے آؤ۔ جب ان دونوں کو میں ان کے پاس لے گیا تو پوچھا تم کون ہو؟ کہاں سے ہو؟ انہوں نے کہا ہم طائف کے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ

لو کنتما من اهل البلد لاوجعتکما ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول الله ﷺ .

’’اگر تم اس شہر سے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا اور مارتا، اس واسطے کہ تم مسجد نبوی میں آواز بلند کرتے ہو‘‘۔ (صحیح بخاری، باب رفع الصوت فی المساجد، ۱:۱۷۹)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مسجد نبوی میں کوئی

شخص آواز بلند نہیں کرسکتا تھا اور اگر کوئی کرتا بھی تو مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا۔ اسی ادب سے حضرت عمرؓ نے حضرت سائب بن یزیدؓ کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر اپنی طرف متوجہ کیا۔ یہ تمام ادب اس وجہ سے تھے کہ حضور ﷺ وہاں بحیاتِ ابدی تشریف رکھتے ہیں کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو ''فی مسجد رسول اللہ ﷺ'' کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ اس تعزیر کو اہل شہر کے لئے خاص فرمایا جن کو مسجد شریف کے آداب خوب معلوم تھے۔ اگر صرف مسجد ہی کا لحاظ ہوتا تو اہل طائف بھی معذور نہ رکھے جاتے کیونکہ آخر وہاں بھی مسجدیں تھیں۔

☆ امام مالکؒ نے خلیفہ وقت ابوجعفر کو مسجد نبوی میں اونچی آواز میں بولنے پر ڈانٹا۔ الشفاء شریف میں قاضی عیاضؒ نے بسند متصل روایت کی ہے کہ

امیرالمومنین ابوجعفر منصور (خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ) نے امام مالکؒ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی مسئلہ میں مباحثہ کیا جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہوگئی۔ اس پر امام مالکؒ نے کہا اے امیرالمومنین! اس مسجد میں آواز بلند نہ کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورہ حجرات میں حضور ﷺ کے پاس آواز پست رکھنے کا حکم دیتے ہوئے ایسے لوگوں کی مدح کی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ادب و نیاز کے باعث اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں۔ انہی لوگوں کو متقی کہا گیا اور بخشش و اجرعظیم کی خوشخبری دی گئی۔ دوسری طرف ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو آپ ﷺ کے آداب کو ملحوظ نہیں رکھتے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں اونچی آواز میں بولتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورہ حجرات کا حوالہ دے کر امام مالک نے فرمایا:

وان حرمته میتا کحرمته حیا فاستکان لها ابوجعفر وقال یا ابا عبدالله استقبل القبلة وادعو ام استقبل رسول الله ﷺ؟ فقال لم تصرف وجهک عنه وهو وسیلتک و وسیلة ابیک ادم علیه السلام الی الله یوم القیمة بل استقبله واستشفع به فیشفعک الله وقال الله تعالی ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول لوجد واالله توابا رحیما.

''اور حضور ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل وصال کے تھی۔ امیرالمومنین یہ سنتے ہی متادب اور متذلل ہوگئے پھر پوچھا اے عبداللہ! قبلہ کی طرف متوجہ ہوکر دعا کروں یا رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہوں؟ آپؒ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو وہ تو آپ کے وسیلہ ہیں اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے قیامت کے روز وسیلہ ہیں۔ پس حضور کی طرف متوجہ ہوکر شفاعت اور سفارش طلب کیجئے کہ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کی شفاعت قبول کرے گا۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. (النساء: ٦٤)

''اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (ﷺ) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے''۔

یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ مراتب تعظیم اور آداب رسالت کا لحاظ رکھیں گے وہی اس وعدے میں داخل ہیں، برخلاف ان کے جو بے ادبی سے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بولتے ہیں کہ ان کے نیک عمل بھی

ضائع ہوجاتے ہیں۔

امام مالک بن انسؓ کا ادبِ مصطفیٰ ﷺ

مصعب بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک بن انسؓ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے یا ان کے پاس حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا اور نبی ﷺ کی تعظیم کے باعث جھک جاتے یہاں تک کہ ان کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ آپؒ سے ایک دن اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا:

لو رایتم مارایت لما انکرتم علی ماترون.

یعنی حضور ﷺ کی رفعت شان اور عظمت مکان جو میں جانتا ہوں اگر تم اسے جانتے تو ہرگز تم اپنے دیکھے ہوئے پر انکار نہ کرتے۔

☆ امام مالک بن انسؓ جب حضور ﷺ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو پہلے وضو کرتے پھر نئے کپڑے پہن کر آراستہ ہوتے پھر حدیث شریف بیان کرتے اور جب کوئی شخص دروازے پر آتا تو لونڈی بھیج کر دریافت فرماتے کہ تم کیوں آئے؟ کوئی حدیث پوچھنے آئے ہو یا مسائل فقہ۔ اگر وہ کہتا مسائل فقہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر آکر اسے مسئلہ بتلادیتے۔ اگر وہ کہتا حدیث پوچھنے آیا ہوں تو آپ غسل فرماتے اور نئے کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے، عمامہ باندھتے، سبز چادر اوڑھتے اور ان کے واسطے خاص اس وقت کے لئے ایک کرسی بچھائی جاتی۔ پس آپ آکر اس پر بیٹھتے اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ حدیث بیان فرماتے اور جب تک حدیث بیان کرتے رہتے، خوشبو سلگتی رہتی۔

☆ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن امام مالکؒ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور آپ حدیث شریف بیان فرمارہے تھے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہوگیا مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث کا بیان کرنا نہ چھوڑا۔ جب آپ حدیث بیان کرنا ختم کرچکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے ماجرا دریافت کیا۔ فرمایا کہ آج حدیث بیان کرنے کے دوران بچھو نے سولہ بار کاٹا اور میں نے حدیث کی عظمت و جلال کے باعث صبر کیا۔

سبحان اللہ! ان حضرات کے دلوں میں نبی ﷺ کا کیسا احترام جاگزیں تھا کہ سولہ بار بچھو کاٹے اور اف نہ کریں۔ جان جائے مگر نبی کریم ﷺ کی توقیر میں خلل نہ آئے بخلاف آج کل کے بعض مدعیان علم کے کہ وہ عمداً رسول اللہ ﷺ کی تنقیص شان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے۔

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جذب القلوب میں فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے کیونکہ وہ فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سُم سے روندوں جس پر رسول اللہ ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت وہ زمین پاک نہایت واجب التعظیم ہے۔ بقول حافظؒ

بمقامیکہ نشانِ کفِ پائے توبود
سالہا سجدہ گہ صاحبِ نظراں خواہد بود

امام بخاریؒ کا ادب مصطفیٰ ﷺ

امام بخاریؒ کے حال میں مرقوم ہے کہ آپ صحیح بخاری کے جمع کرنے کے وقت ہر حدیث لکھنے کے واسطے تازہ غسل کیا کرتے اور دو رکعت نفل نماز پڑھتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آب زمزم سے غسل کرتے اور مقام ابراہیم پر دو رکعت نفل پڑھتے تھے۔ حدیث نبوی ﷺ کی اس تعظیم اور توقیر کے سبب اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا فضل عظیم دیا ہے کہ تمام مسلمان ان کو اپنا امام جانتے ہوئے ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ ان کی کتاب کی وہ قدر ہوئی کہ دنیا میں سوائے قرآن مجید کے کسی اور کتاب کی ایسی قدر و منزلت نہیں ہوئی۔ یہ مقبولیت محض ادب حدیث کا سبب تھا

ورنہ احادیث صحیحہ کی اور بھی بے شمار کتابیں تھیں۔

امام شافعیؒ کا ادب مصطفیٰ ﷺ

امام سیوطیؒ نے تنزیہہ الانبیاء عن تشبیہ الاغبیاء میں امام سبکیؒ کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ امام شافعیؒ ایک معروف واقعہ کو اپنی بعض تصانیف میں جس طرح نقل کرتے ہیں، وہ بھی سراسر ادبِ مصطفیٰ ﷺ کا اظہار ہے۔ امام شافعی واقعہ یوں بیان کرتے ہیں کہ

''کسی عورت نے کچھ مال چرایا تھا اور حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ کسی نے سفارش کی تو حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت بھی (جو ایک شریفہ تھیں) چراتیں تو ان کا ہاتھ بھی قطع کیا جاتا''۔

امام سبکیؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعیؒ کا ادب دیکھو کہ حدیث شریف میں حضرت فاطمہؓ کا نام ادباً نہیں لکھا۔ اگر بعینہ حدیث نقل کردیتے تو کوئی بے جا اور بے موقع بات نہ تھی لیکن آپ نے از راہ کمال ادب صراحتاً نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔

سبحان اللہ! کیا ادب تھا حالانکہ الفاظ حدیث کو بعینہ نقل کرنا ضروری ہے اور وہ نام مبارک حدیث شریف میں لفظ ''لَوْ'' کے تحت وارد ہے، جو بالفرض کے معنی میں آتا ہے کہ اگر ایسا ہوتا۔ مگر باایں ہمہ چونکہ حدیث شریف میں یہ نام مبارک مقام توہین میں وارد تھا، اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اس نام مبارک کو صراحتاً ذکر کریں۔ سچ ہے جو مقربین بارگاہ ہوتے ہیں انہی کو ادب نصیب ہوتا ہے ہرکس و ناکس میں وہ صلاحیت کہاں۔

سلطان محمود غزنوی کا ادب مصطفیٰ ﷺ

سلطان محمود غزنویؒ کے غلام ایاز کا ایک بیٹا تھا جو سلطان کا ملازم تھا اور اس کا نام محمد تھا۔ ایک دن سلطان محمود غزنوی نے ایاز کی موجودگی میں اس سے یوں خطاب کیا کہ اے ایاز کے بیٹے! وضو کا پانی لاؤ۔ ایاز نے ان الفاظ کو سن کر دل ہی دل میں خیال کیا کہ نہ جانے میرے بیٹے نے کیا خطا کی جس کے باعث بادشاہ سلامت نے اس کو نام سے نہیں بلایا۔ پس جب سلطان وضو سے فارغ ہوئے تو ایاز کی طرف دیکھا کہ وہ مغموم و ملول ہے۔ اس سے غم و رنج کا سبب پوچھا تو اس نے دست بستہ کھڑے ہوکر عرض کی کہ عالیجاہ! میرے مغموم ہونے کا باعث یہ ہے چونکہ حضور نے میرے لختِ جگر کو نام لے کر نہیں بلایا۔ اس لئے معاً میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید اس سے کوئی بے ادبی اور گستاخی سرزد ہوئی ہے کہ جس کے باعث آپ اس سے خفا اور ناراض ہیں۔

بادشاہ سلامت نے مسکرا کر کہا: اے ایاز! خاطر جمع رکھ، تمہارے صاحبزادے سے کوئی بات میری طبع کے خلاف سرزد نہیں ہوئی اور نہ ہی میں اس سے کسی طرح ناراض یا خفا ہوں۔ اس وقت نام نہ لینے میں یہ حکمت تھی کہ میں اس وقت بے وضو تھا چونکہ یہ آقائے نامدار سرور کونین ﷺ کا ہمنام تھا اس لئے مجھے شرم آئی کہ حضور ﷺ کا نام مبارک ایسی حالت میں میری زبان سے گزرے جبکہ میں بے وضو یا بے طہارت ہوں۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

پس ہم پر بھی لازم ہے ہم بھی اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کریں جس طرح بزرگان دین کیا کرتے تھے اور ہر بات میں آپ ﷺ کا ادب ملحوظ رکھیں۔ جس وقت آپ ﷺ کا ذکر ہو یا آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جائے یا آپ ﷺ کا کلام پڑھا جائے یا آپ کے فضائل و محامد بیان کئے جائیں تو نہایت متوجہ ہوکر حضور قلب کے ساتھ سنا کریں اور جب تک ایسے مقام میں رہیں درود شریف کی کثرت کیا کریں کہ اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا اور خوشنودی کے ساتھ ساتھ ہماری نجات کا سامان موجود ہے۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور خدمتِ خلق

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

ہم جب کبھی ''ماں'' کا لفظ سنتے ہیں تو محبت، شفقت اور ایثار کے سارے معانی نظر کے سامنے آجاتے ہیں۔ ماں کی آغوش اولاد کو موسم اور زمانے کی گرمی سردی سے بچاتی ہے۔۔۔ ماں کی آغوش ہی بچوں کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔۔۔ ایمان کے نور سے مالا مال مائیں ہی بچے کی توتلی زبان کو اللہ کا نام لینا سکھاتی اور انسانی رشتوں کی پہچان کرواتی ہیں۔ بے لوث محبت، شفقت اور تربیت کا دوسرا سرچشمہ باپ ہے جو اپنے بچوں کے لئے خون پسینہ ایک کر کے روزی کماتا ہے اور ان کے لئے خوراک، پوشاک اور رہائش کی دستیابی کا وسیلہ بنتا ہے۔

والدین کی محبت اور شفقت کا کوئی متبادل نہیں ہے مگر بسا اوقات ظاہری علوم سے آراستہ کرنے والے اساتذہ اور روحانیت کا نور بانٹنے والے صوفیائے کرام کی بارگاہ سے تصور سے بھی بڑھ کر محبت اور شفقت ملتی ہے۔ صوفیائے کرام ہر دور میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کا مظہر رہے ہیں۔ اللہ کی مخلوق میں محبتیں بانٹنے والے یہ حضرات خالق سے مخلوق کا تعلق جوڑنے اور اسے مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اِن قدسی نفس حضرات نے عبادت وریاضت کی کثرت کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق کی اہمیت سے نہ صرف آگاہی حاصل کی بلکہ دل و جاں سے خلقِ خدا کی خدمت کی عملی مثالیں قائم کیں۔ اُنہوں نے اپنی تکالیف اور مصائب و آلام کو پس پشت ڈال کر ہمیشہ مخلوقِ خدا کی دلجوئی، پریشان حالوں کی غمگساری اور تنگ دستوں کی چارہ سازی کو ملحوظ خاطر رکھا۔ یہی نہیں بلکہ اِن حضرات نے اپنے وابستگان کو بھی خدمتِ خلق اور انسانیت کو نفع رسانی کے حوالے سے اپنا شعور وادراک منتقل فرمایا۔ اِس طرح وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر خلقِ خدا کی خدمت میں مصروف ہوئے۔

مخلوق کو نفع رسانی اور بلا امتیازِ دین و مذہب خدمتِ خلق کی اہمیت قرآن کریم کی اِس آیت کریمہ سے بخوبی واضح ہوتی ہے:

وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا. (سورۃ الانسان، ۷۶:۸،۹)

''اور اُس (اللہ) کی محبت میں مسکین، یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں: ''ہم تمہیں محض اللہ کے لئے کھلاتے ہیں، تم سے بدلہ اور شکریہ نہیں چاہتے''۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کردہ حدیث سے بھی خدمتِ خلق کا تصور نکھر کر سامنے آتا ہے کہ رحمت دوعالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

'' ان اللّٰہ تعالیٰ یحب من عبادہ من ھو

☆ سربراہ شعبہ عربی شریعہ کالج منہاج یونیورسٹی لاہور sadidi66@yahoo.com

انفع للناس، فکلما زاد النفع زاد حب اللّٰہ لہ . ‘‘

’’اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اُس کے ساتھ زیادہ محبت فرماتا ہے جو لوگوں کے لئے زیادہ نفع رساں ہوتا ہے، جس قدر خلقِ خدا کی نفع رسانی میں اضافہ ہوگا، اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوگا۔‘‘

شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وسیع مطالعہ اور زندگی کے عمیق مشاہدہ کے بعد بجا فرمایا:

بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست
تصوف بجز خدمتِ خلق نیست

خدمت خلق کے حوالے سے قطب ربانی، غوث صمدانی حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور عملی طور پر یتیموں، آشفتہ حالوں سے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے محبت نے خدمتِ خلق کی متعدد جہتیں متعارف کروائی ہیں۔ آپ نے یتیموں، مسکینوں اور غم کے ماروں کو یوں اپنی شفقتوں اور لطف و کرم سے نوازا کہ اُن پسے ہوئے لوگوں کی بے نور زندگیوں میں امید اور امنگ کے خوبصورت رنگ جھلکنے لگے۔ آئیے! اس سلسلہ میں حضور غوث الاعظمؓ کے فرمودات سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کرنے کا ساماں کرتے ہیں:

سخاوت

سخاوت کس طرح انسان کے گناہ کو ختم کرنے کا سبب بنتی ہے، اس سلسلہ میں حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے ابلیس ظاہر ہوا تو آپ نے اُسے فرمایا: تجھے مخلوق میں سب سے زیادہ پسند کون ہے؟ تو اُس نے کہا: بخیل مؤمن۔ آپ نے فرمایا: سب سے زیادہ ناپسند کون ہے؟ تو اُس نے کہا: فاسق سخی۔ آپ نے فرمایا: ایسا کیوں ہے؟ تو اُس نے کہا: میں بخیل مؤمن سے یہ توقع رکھتا ہوں کہ اُس کا بخل اُسے معصیت میں مبتلاء کردے گا۔ جبکہ فاسق سخی کے بارے میں مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں اُس کی سخاوت اُس کے گناہوں کو مٹا ہی نہ دے۔ (الفتح الربانی، ص: ۲۹)

نعمت مال پر شکر کیونکر ممکن ہے؟

مال کی نعمت ملنے پر شکر ادا کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’مال کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت پانے والا، منعمِ حقیقی کی نعمتوں کا اعتراف واقرار کرتے ہوئے ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد رکھے۔ اِس نعمت پر اپنا حق نہ سمجھے، نہ اپنی حد سے آگے بڑھے۔ مال ودولت کے حوالے سے اپنے ربّ کے احکام کی پابندی کرے، پھر اُس کے حقوق مثلاً: زکوٰۃ، کفارہ، ہدیہ، صدقہ اور مظلوموں کی (حتی المقدور) مدد لازم جانے۔‘‘(فتوح الغیب، مقالہ نمبر: ۴۵)

اہل وعیال کے ساتھ حسنِ اخلاق

سچے درویش اللہ کی رضا کے لئے اپنی اولاد اور کنبے سے محبت اور حسن سلوک کرتے ہیں۔ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’فقیر (الی اللہ) اپنے اہل وعیال کے ساتھ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آئے۔ شریعت کے مطابق جس قدر ممکن ہو اُن پر خرچ کرے۔ اگر فقیر (الی اللہ) اِتنے ہی مال کا مالک ہو جو اُس دن کے لئے کافی ہے تو وہ آئندہ کل کے لئے کچھ بھی بچا کر نہ رکھے۔ جب فقیر کے پاس آج کی ضرورت پوری ہونے کے بعد کچھ بچ جائے تو وہ باقی ماندہ کو اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے بچوں کے لئے سنبھال کر رکھ لے۔ خود اپنے کنبے کے تابع ہو کر یوں کھانا کھائے کہ جیسے وہ ان کا وکیل یا خادم یا غلام ہے۔ اپنے کنبے کی خدمت اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے محنت مشقت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سمجھے۔ اپنے اہل وعیال کو اپنے آپ پر ترجیح دے۔‘‘(غنیۃ الطالبین:۲۹۸)

حسنِ معاشرت

دینی اور نسبی بھائیوں کے ساتھ اچھے رہن سہن کی تلقین بھی خدمتِ خلق کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ درویشوں کو اِس حوالے سے حسن معاشرت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اللہ کے فقیر کو چاہیے کہ وہ اپنے (دینی اور نسبی) بھائیوں سے حسن سلوک کرے، ان کے سامنے چہرے پر تیوریاں نہ چڑھائے بلکہ انہیں کشادہ روئی سے ملے۔ ان کی ایسی خواہشات کی مخالفت نہ کرے جو خلافِ شریعت، حد سے تجاوز کرنے اور گناہ کے ارتکاب تک پہنچانے والی نہ ہوں بلکہ وہ خواہشات ایسی ہوں جنہیں پورا کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے۔ فقیر کو چاہیے کہ وہ اپنے (دینی اور نسبی) بھائیوں کے ساتھ مذکورہ بالا شرائط کے مطابق تعاون کرنے والا ہو۔ ان کی طرف سے پہنچے والی تکالیف پر بہت صبر کرنے والا ہو۔ اُن کے لئے دل میں کینہ پالنے والا نہ ہو۔ دل میں ان میں سے کسی ایک کے لئے کسی قسم کا کھوٹ اور مکر وفریب نہ رکھے۔ نہ آمنے سامنے ان سے بد کلامی کرے اور نہ اُن کی عدم موجودگی میں ان کی غیبت کرے بلکہ اُن کی عدم موجودگی میں اُن کا دفاع کرے۔ جس حد تک ممکن ہو ان کے عیب چھپائے۔ اگر ان میں سے کوئی بیمار پڑ جائے تو فقیر (الی اللہ) اس کی عیادت کرے اور اگر فقیر (الی اللہ) اُن میں سے کسی کی بیماری پر اپنی مصروفیات کے سبب بر وقت عیادت نہ کر سکے تو صحت یاب ہونے پر اسے مبارک باد دے۔ اگر کوئی درویش خود بیمار پڑ جائے اور اس کے بھائی اُس کی عیادت نہ کر سکیں تو فقیر (الی اللہ) ان دوستوں کے لئے عذر تلاش کرے (یعنی یہ خیال کرے کہ وہ کسی مجبوری کے سبب عیادت نہ کر سکے ہوں گے۔) اور اگر عیادت نہ کرنے والا بیمار ہو جائے تو فقیر (الی اللہ) اُسے اس کی کوتاہی یاد نہ دلائے بلکہ خوش دلی سے اس کی عیادت کرے۔ قطع رحمی کرنے والے سے صلہ رحمی کرے۔ جو شخص فقیر (الی اللہ) کو کچھ نہ دے، یہ درویش اس کو بھی (حسب استطاعت کوئی تحفہ) دے۔ ظلم کرنے والے کو معاف کرے۔ ناشائستگی کا ارتکاب کرنے والے کے لئے خود کوئی عذر تلاش کرے (یعنی یہ خیال کرے کی اس نے کسی پریشانی کے زیر اثر بے ارادہ یہ عمل کیا ہوگا۔) اور اپنے نفس کو ہی ملامت کرے۔ (غنیۃ الطالبین: ۲۹۴، ۲۹۵)

☆ فقیر کے لیے مناسب نہیں کہ وہ دوسرے درویشوں پر اپنی مرضی اور اختیار کو مقدم رکھے۔ اگر کوئی فقیر اس سے کچھ مانگے تو یہ درویش اس کا سوال رد نہ کرے اگر چہ وہ چیز تھوڑی ہی ہو۔ زیادہ انتظار کروا کر اس ضرورت مند کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اگر کوئی اِس سے مشورہ مانگے تو جواب دینے میں جلدی کرتے ہوئے اس کی بات نہ کاٹے بلکہ اُسے موقع دے کہ وہ اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کرے۔ جب وہ اپنی بات مکمل کر چکے اور فقیر (الی اللہ) کو وہ بات اچھی نہ لگے تو وہ فوری ردعمل ظاہر نہ کرے بلکہ پہلے تو اس کے لیے موافقت ظاہر کرے پھر نرمی سے اسے وہ بات کہے جو فقیر کی رائے میں حق سے بہت زیادہ قریب ہو۔ (ایضا: ۲۹۸)

ضرورت مند کی حتی المقدور اعانت

حضور غوث الاعظمؒ نے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی حتی المقدور مدد و اعانت کے حوالے سے فرمایا:

جہاں تک ممکن ہو کسی سے ادھار نہ لے، اگر کوئی ضرورت مند انسان فقیر (الی اللہ) سے ادھار لے تو یہ درویش حتی الامکان اس سے قرض کی واپسی کا مطالبہ نہ کرے، کیونکہ اس نے کسی مجبوری کے تحت ہی ادھار لیا تھا۔ جس طرح شرعی طور پر ہدیۃ اور ہبہ کی گئی چیز کو واپس نہیں لیا جا تا اسی طرح جواں مردوں کو زیب نہیں دیتا کی وہ ادھار دی ہوئے چیز (مقروض کی مجبوری کے با وجود) واپس لیں۔

اگر اللہ کا فقیر تحفہ دینے پر قادر نہ ہو تو ضرورت مند کو ادھار دینے میں تردد نہ کرے بلکہ جلدی کرے اگرچہ ہر روز دینا پڑے، کیونکہ اللہ کے فقیر کو زیب نہیں دیتا کی وہ لوگوں سے اپنا مال روک کر فقط خود استعمال کرے،اس لئے کہ وہ مال فقیر کی ملکیت نہیں بلکہ وہ فقیر تو فقط مال کا امین ہے ،فقیر (الی اللہ) کو چاہئے کہ وہ تمام اشیاء کا حقیقی مالک فقط اللہ تعالیٰ کو سمجھے۔(غنیۃ الطالبین:۲۹۵)

☆ ایک مرتبہ حضرت غوث اعظم اپنی مسند پر جلوہ افروز تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک درویش حاضر ہوااور سلام عرض کرکے بیٹھ گیا ،آپ نے اُس کی قلبی پریشانی کو کشف کے ذریعے بھانپ لیا اور شفقت سے پوچھا:''تم پریشان کیوں ہو؟'' وہ عرض گزار ہوا:''میں نے دریا کے پار جانے کے لئے ایک ملاح کی کشتی پر سوار ہونا چاہا تو اُس نے مجھے ایک دینار اجرت کے بغیر کشتی پر سوار کرنے سے انکار کر دیا جبکہ میرے پاس اُسے دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔'' آپ نے اُسے تسلی دے کر اپنے پاس بٹھایا، ابھی اُس سے بات چیت جاری ہی تھی کہ آپ کی بارگاہ میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُس نے آپ کی خدمت میں تیس درہم پیش کئے۔ آپ نے وہ تیس درہم اٹھا کر اُس شخص کی طرف بڑھا دئے اور اُسے فرمایا:''ملاح کو ہماری طرف سے کہنا: کسی فقیر کا سوال رد نہ کیا کرے۔''

فقراء کو دعوتِ طعام

خدمتِ خلق کے حوالے سے حضور غوث الاعظمؒ کے فرامین اور اعمال میں سے فقراء کو دعوتِ طعام دینا بھی خاصی اہمیت کا حامل ہے۔اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا کوئی فقیر کھانا کھا رہا ہو اور اُس کی نظر اس کھانے پر ہو تو اس کے سامنے سے کھانا اٹھانا مناسب نہیں۔فقیر (الی اللہ) کو چاہیے کہ وہ دوستوں کو خوب کھلائے اگرچہ ان کے دل میں کھانے کی طلب نہ بھی ہو۔

☆ کھانا کھلاتے وقت فقراء کو انتظار نہ کروائے۔ اسی طرح فقراء کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرتے وقت بھی ان کو انتظار کی زحمت نہ دے، کیونکہ انتظار کا یہ عمل اُن کے دلوں میں ٹھیس پہنچائے گا۔

☆ درویش کو چاہیے کہ وہ اپنی ملکیت میں موجود مال کو اپنے آپ تک محدود نہ رکھے۔اگر کھانا زیادہ نہ ہو تو وہ خود فقراء (یعنی درویشوں) سے پہلے نہ کھائے بلکہ (انتظار کرے اور وہ کھانا کھا چکیں تو اللہ کا یہ فقیر)ان کا بچا ہوا کھائے۔فقراء کو کھانا کھلانے میں پیش پیش رہے اور کوشش کرے کہ انہیں ان کے مزاج کے مناسب نفیس ترین کھانا پیش کرے۔ اگر اللہ کے فقیر کو کسی سے کوئی ہدیہ اور نذرانہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ اس ہدیہ اور نذرانہ کو سب درویشوں کے سامنے رکھ دے۔(غنیۃ الطالبین:۲۹۷)

☆ آپ فرمایا کرتے تھے:''میں نے نیک اعمال میں سے (بھوکے کو) کھانا کھلانے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں پایا،کاش ساری دنیا میرے ہاتھوں میں ہوتی تو میں اُسے بھوکوں کو کھلانے پر صرف کردیتا۔میری ہتھیلی میں سوراخ ہے (اِس وجہ سے) میری ہتھیلی مال ودولت کو اپنے پاس روک نہیں پاتی۔ اگر میرے پاس ایک ہزار دینار بھی آجائیں تو میں اُنہیں اپنے پاس ایک رات کے لئے بھی نہیں روک سکتا۔(سیر أعلام النبلاء، ۲۰: ۴۴۹)

انفاق فی سبیل اللہ

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اکیس شعبان ۵۴۵ھ کو جمعہ کے دن مدرسہ قادریہ میں سامعین کو انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ ایک دن اُن کے دروازے پر ایک سائل نے صدا دی اور کھانے کا سوال کیا۔ اُس وقت آپ کے کاشانہء مبارکہ میں دس انڈوں کے سوا کھانے کے لئے

کچھ نہ تھا۔ آپ نے اپنی خادمہ کو حکم فرمایا کہ وہ سب انڈے سائل کو دے دے۔ خادمہ نے سائل کو نو(۹) انڈے دیئے جبکہ ایک انڈا چھپا لیا۔پس مغرب کے وقت کسی نے آپ کے دروازے پر دستک دے کر کہا: مجھ سے یہ ٹوکری لے لیں۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ دستک کی آواز سن کر بذاتِ خود دروازے پر تشریف لے گئے۔(آنے والا ٹوکری دیکر چلا گیا ۔) آپ نے دیکھا تو ٹوکری میں انڈے تھے۔شمار کئے گئے تو معلوم ہوا کہ نوے (۹۰) انڈے ہیں،آپ نے خادمہ سے پوچھا: دسواں انڈا کہاں ہے؟اور تو نے سائل کو کتنے انڈے دیئے تھے؟ خادمہ بولی: میں نے سائل کو نو(۹) انڈے دیئے تھے جبکہ ایک آپ کے افطار کے لئے رکھ لیا تھا۔آپ نے اسے(تربیتی نکتہء نظر سے) فرمایا: تم نے ہمیں دس انڈوں کا نقصان پہنچادیا ہے۔‘‘(الفتح الربانی، ص: ۱۵۵)

☆ حضرت غوث اعظم نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے پر کم ازکم دس گنا اجر کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے مزید فرمایا:

’’اولیاء اللہ کا اپنے کریم ربّ سے ایسا ہی معاملہ ہوا کرتا ہے، وہ کتاب وسنت میں مذکور ہر بات پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس کی دل و جان سے تصدیق کرتے ہیں۔وہ اولیاء قرآنی احکام کو سینے سے لگانے والے تھے، وہ اپنی حرکات وسکنات اور لین دین میں کتاب وسنت کی مخالفت نہیں کرتے تھے۔اُنہوں نے اپنے ربّ کے ساتھ (اُس کی راہ میں خرچ کر کے) معاملہ کیااور اس معاملے میں نفع حاصل کرکے اُسے لازم پکڑا۔ اُنہوں نے اپنے رب کی عطا کا دروازہ کھلا دیکھا تووہ اُس میں داخل ہوگئے اور اُس کے غیر کا دروازہ بند دیکھا تو اُسے چھوڑ دیا۔‘‘ (ایضا،ص:۱۵۵۔۱۵۶)

مقامِ اولیاء

خالق اور مخلوق سے اولیاء کا تعلق بیان کرتے ہوئے حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’اولیاء اللہ دن میں اپنے اہل وعیال اور مخلوق کے امور میں مشغول رہتے ہیں جبکہ رات خلوت میں اپنے ربّ کے ساتھ گزارتے ہیں، جیسے کہ بادشاہ دن بھر غلاموں، خدمت گاروں اور لوگوں کی حاجت روائی میں گزارتے ہیں ۔ لوگو! اللہ تم پر رحم فرمائے، جو کچھ میں کہتا ہوں اُسے دل کے کانوں سے سنو اور اُسے یاد رکھو اور اُس پر عمل کرو۔‘‘ (الفتح الربانی،ص: ۱۵۶)

ایثار وقربانی کا عظیم اظہار

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قلب اطہر میں خدمت خلق کا جذبہ کتنا رچا بسا تھا؟ اِس بات کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔آپ فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ میں نے بغداد میں بیس دن اِس حال میں گزارے کہ مجھے کھانے کے لئے کوئی حلال چیز دستیاب نہ ہوئی۔ پس میں کھانے کے لئے کسی حلال چیز کی تلاش میں ایوان کسریٰ کی طرف (موجود) ویرانے کی جانب گیا۔ میں نے وہاں ستر (۷۰) فقراء کو(جوکہ وقت کے کبار اولیاء تھے)اِسی جستجو میں دیکھا تو میں نے دل ہی دل میں کہا: یہ بات مروت کے خلاف ہے کہ میں اِن فقراء کی ضرورت مندی کو دیکھ کر بھی وہاں اپنے لئے کچھ تلاش کروں۔ یہ سوچ کر میں بغداد شہر کی طرف واپس آ گیا جہاں مجھے اپنے شہر (جیلان) کا ایک ایسا شخص ملا جسے میں جانتا نہیں تھا۔ اُس نے مجھے کچھ رقم تھماتے ہوئے کہا کہ یہ رقم آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کے لئے میرے ہاتھ بھیجی ہے۔ (آپ فرماتے ہیں:) میں نے اُس رقم میں سے ایک مختصر حصہ اپنے لئے الگ کیا اور باقی رقم لیکر ویرانے کی طرف تیزی سے روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر وہ رقم اُن ستر (۷۰) فقراء پر تقسیم کردی، اُنہوں نے پوچھا: یہ رقم کہاں سے آئی؟ میں نے اُنہیں بتایا: یہ رقم میری والدہ ماجدہ نے بھجوائی ہے اور مجھے گوارا نہ ہوا کہ میں (برکت والی) یہ رقم آپ حضرات

کے علاوہ کسی پر خرچ کروں۔ پھر میں بغداد کی طرف واپس آیا میں نے بچائی ہوئی رقم سے کھانا خریدا اور دیگر فقراء کو بلا کر اُن کے ہمراہ کھانا کھایا۔'' (قلائد الجواھر، ص: ۲)

اِس واقعہ کی روشنی میں حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی کا ایثار اور آپ کے قلب اطہر میں موجزن خدمت خلق کا جذبہ دو مرتبہ ظاہر ہوا:

۱۔ ایک مرتبہ ایثار کے پیش نظر ویرانے سے آپ کی واپسی کا عمل۔

۲۔ دوسری مرتبہ رقم ملنے پر فاقہ کے باوجود اپنی بھوک کو نظر انداز کرکے ویرانے میں خوراک کی جستجو میں مصروف اولیاء کی خدمت میں رقم پیش کرنے کا عمل۔

☆ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی بغداد شہر میں قیام اور جنگلوں میں عبادت وریاضت کے دوران فاقہ مستی کی جسمانی اور روحانی کیفیات سے مکمل طور پر آگاہ تھے، اِس حوالے سے شیخ محمد بن یحی تادفی تحریر کرتے ہیں: ''سخاوت، کرم اور ایثار جیسے عناصر آپ کی فطرت میں شامل تھے، آپ اپنے پاس موجود سارا مال اللہ کی راہ میں لٹا دیتے تھے اگرچہ آپ کو خود بھی اُس کی ضرورت ہوتی۔ آپ کھانا کھلانا پسند فرماتے تھے۔ جب آپ پر فتوحات کا دروازہ کھلا تو آپ ہر رات دستر خوان بچھانے کا حکم فرماتے۔ مہمانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرماتے۔ (دنیاوی اعتبار سے) کمزور لوگوں کے ساتھ (خوشدلی سے) تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ طلباء کی کوتاہیوں پر صبر فرمایا کرتے تھے۔ اُن میں سے کوئی حلف اٹھا لیتا تو اُس کی بات پر یقین فرماتے۔'' (قلائد الجواھر، ص: ۸)

☆ حضرت غوث اعظمؒ کے محبت اور شفقت سے مالا مال دل میں ضرورت مندوں کی مدد کا جذبہ کس درجہ کا تھا اِس امر کا اندازہ اِس بات سے لگایا جا سکتا ہے: ''اگر کوئی ضرورت مند کسی فقیر کی گودڑی، مصلی یا کسی اور چیز کی طرف رغبت کے ساتھ دیکھے تو فقیر کو چاہیے کہ اس ضرورت مند کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہوئے اس کی مطلوبہ چیز فوراً اُسے دے دے۔'' (غنیۃ الطالبین، ص: ۲۹۷)

سلاطین سے دوری

حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی سرمایہ داروں سے کس قدر دور اور فقراء سے کس قدر قریب تھے؟ امام شعرانی اِس بات کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:

''آپ اپنی تمام تر عظمت وجلالت کے باوجود چھوٹے بچوں کی التماس پر اُن کے لئے رک جایا کرتے تھے۔ فقراء کے ساتھ تشریف فرما ہوتے اور اُن کے ساتھ اُن کے کپڑے دھلواتے۔ (ایک طرف یہ صورت حال تھی جبکہ دوسری طرف) آپ حکومتی عہدیداروں کے (استقبال کے) لئے کھڑے نہ ہوتے تھے، نہ کبھی کسی وزیر یا بادشاہ کے دروازے پر تشریف لے گئے۔''

(الطبقات الکبری، للشعرانی، ۱: ۱۲۷)

آج ہم حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی کی تعلیمات اور آپ کے عمل کو نشان راہ بناتے ہوئے گیارھویں شریف کا لنگر جتنے زیادہ یتیموں، ناداروں، غریبوں اور افلاس کے ماروں کو کھلائیں گے، اُسی قدر حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی کی روحانی توجہات پانے کے حقدار ہوں گے۔ حضرت غوث اعظم ایک طرف بادشاہوں اور امراء کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیتے تھے، دوسری طرف اپنی درسگاہ کے یتیم بچوں کی دلجوئی کے لئے عملی طور پر اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی فقر وفاقہ کے عالم میں بھی فقراء اور بھوکوں کو اپنے آپ پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ ہمیں اپنے اندر جھانک کر دیکھنا ہوگا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم زبانی طور پر تو حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ تعالی سے محبت کے دعویدار ہیں مگر ہمارے عمل آپ کی تعلیمات اور آپ کے عمل سے کوسوں دور ہیں۔

تعلیمات شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اور اصلاح معاشرہ

ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی الازہری

پانچویں صدی ہجری اپنے اختتام کی طرف رواں دواں تھی، ادھر مشیت ایزدی معلم ثقلین اور مصلحِ احوالِ انسانیت کی ولادت اور تربیت و پرورش کا انتظام و انصرام فرمارہی تھی۔ دریں اثناء حضرت موسیٰ جنگی دوست اور حضرت ام الخیر فاطمہ پر اللہ رب العزت کی طرف سے طہارت وتقویٰ کی صورت میں خیرو برکات کے خصوصی انعامات کا نزول جاری تھا۔ آپ کی گود کو پاک طینت و جبلت والے پاک باطن اور عظیم فرزند کی آمد کے لئے تیار کیا جارہا تھا۔ 470ھ میں وہ مولود پیدا ہوا جو نہ صرف اپنے والدین کی خوبیوں کا مظہر بنا بلکہ طہارت، معرفت اور صالحیت کے اسرار و فیوضات کو چہار دانگ عالم میں فروغ دینے کا باعث بنا۔ تقویٰ وطہارت کو تاجوری وسروری عطا کرنے والی اس مثالی شخصیت کو دنیا حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے نام سے جانتی ہے۔

آپؒ نے اسلامی معاشرہ میں پیدا ہونے والے بگاڑ کا خاتمہ کیا اور ملت اسلامیہ کی مٹتی ہوئی اقدار کو زندہ کرتے ہوئے دین و ملت کا احیاء فرمایا۔ اسی وجہ سے آپ ''محی الدین'' کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اس بات کا اظہار آپ اپنے شعری کلام میں اس طرح فرماتے ہیں:

انا الجیلی محی الدین اسمی
وأعلامی علی رأس الجبال
انا الحسنی والمخدع مقامی
واقدامی علی عنق الرجال
وعبدالقادر المشهور اسمی
وجدی صاحب العین الکمال

''میں جیلانی ہوں اور محی الدین میرا نام (لقب) ہے اور میری عظمتوں (اور رفعتوں) کے جھنڈے پہاڑوں کی چوٹیوں پر لہرارہے ہیں۔ میں (نسب میں) حسنی ہوں اور میرا خاص مقام ہے اور میرے قدم اللہ کے ولیوں کی گردنوں پر ہیں اور میرا نام (نامی مبارک) عبدالقادر ہے اور میرے نانا (یعنی آقا علیہ السلام) کمالات کے چشموں کے مالک وسردار ہیں''۔

حیات وسیرت پر ایک نظر

حضور غوث الاعظمؒ حاضر دماغ، شرعی اصولوں کی تکریم کرنے والے، شریعت و دین کی دعوت دینے والے اور شرعی احکامات کی مخالفت سے نفرت کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنی سیرت وکردار کے ذریعے لوگوں کو شریعت، عبادت، مجاہدہ کے ذریعے عمل کی طرف راغب فرمایا۔ آپ کے بارے میں عمر بن مسعود بزار نے ذکر کیا ہے کہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر (کالج آف شریعہ) منہاج یونیورسٹی لاہور sabaliwaag@gmail.com

''میری آنکھوں نے شیخ عبدالقادر جیلانی سے بڑھ کر علوم حقائق کا کسی کو غواص اور عالم نہیں دیکھا۔ آپ نے ہر اس شخص کا رد کیا جس نے مذہب سلف کی مخالفت کی کیونکہ آپ کتاب، سنت اور سلف صالحین کے طریقے کو سختی کے ساتھ تھامنے والے تھے''۔

علوم شریعت کے زیور سے آراستہ ہونے کے بعد حضور غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لطائف باطنیہ تک پہنچے تو آپ نے تمام مخلوق کو چھوڑ کر حق کی طرف ہجرت کی۔ آپ نے اپنے خالق حقیقی کی طرف سفر کے لئے حق و معرفت پر مبنی زاد سفر تیار کیا۔ آپ پر کائنات کے چھپے راز آشکار ہوگئے۔ آپ کی مجالس اس قدر بابرکت ہوتیں کہ تجلیات الٰہیہ کے ظہور کا اکثر و بیشتر نظارہ ہوتا۔ آپ اپنے خطبات کو قرآنی نص کی روشنی میں بیان کرتے اور مخلوق کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاتے۔

سلسلہ قادریہ کا فروغ

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ان اکابر علماء اور صوفیاء میں سے تھے جن کی شہرت زمین کے کونے کونے تک پہنچی۔ مشرق، مغرب کے مسلمان آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کی بنیاد رکھی۔ یہ سلسلہ طریقت دنیا میں سب سے زیادہ پھیلنے والا ہے اور سب سے بڑھ کر مریدوں کی تعداد اسی سلسلے کی ہے۔ مقام و مرتبہ اور شہرت کے حوالے سے اس سلسلے کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے اس سلسلہ طریقت کے فروغ میں آپ کی محبت، حکمت وبصیرت، مخلوقِ خدا کی بھلائی اور اصلاحِ معاشرہ کے لئے اقدامات نے کلیدی کردار ادا کیا۔ آپ نے لوگوں کے دلوں میں اپنی محبت کے لئے تلوار استعمال نہیں کی۔ آپ بغداد سے حج کا فریضہ ادا کرنے کے علاوہ کبھی باہر نہ گئے لیکن اس کے باوجود اتنے زمانے گزر جانے کے بعد بھی آپ کے مرید اور چاہنے والے ہندوستان، افغانستان، پاکستان، بلاد مغرب، چین، ترکی، عراق، شام، مصر، فلسطین اور اس کے گردونواح حتی کہ اطراف و اکناف عالم میں موجود ہیں۔ مختلف اقوام اور زبانوں سے تعلق رکھنے والے لوگ جن کے درمیان طویل مسافتیں اور بہت زیادہ فاصلے موجود ہیں لیکن ان تمام کے دل میں شیخ عبدالقادر جیلانی کی خالص محبت ایک امر مشترک ہے۔ جس دل میں یہ محبت بس گئی اس نے آگے کئی دلوں کو اس محبت سے سرشار کردیا۔

آسمانوں پر شہرت

حضور شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز عظیم روحانی و علمی مقام و مرتبہ کے حامل تھے یہاں تک کہ آپ کو ملاء اعلیٰ میں باز اشہب کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ حتی کہ آپ نے بھی اس شان کی تصریح یوں فرمائی:

انا البازی أشهب کل شیخ

فمن ذا فی الرجال اعطی مثالی

''میں باز اشہب ہوں اور ہر ولی پر غالب ہوں۔ پس وہ کون ہے جس کو میرے رتبے و مقام جیسا رتبہ دیا گیا ہے (یعنی حضور غوث اعظم جیسا رتبہ اولیاء صالحین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا)''۔

حضرت ابوسلیمان المنجی بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت شیخ عقیل کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ اس وقت شہر بغداد میں ایک عبدالقادر نامی صالح نوجوان بڑی شہرت پا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس صالح نوجوان کی شہرت آسمان میں اس سے کہیں زیادہ ہے اور ملاء اعلیٰ میں یہ نوجوان ''باز اشہب'' کے لقب سے پکارا جاتا ہے اور عنقریب ایک وقت آئے گا کہ امر ولایت انہی کی طرف منتہی ہوجائے گی اور انہی سے آگے صادر ہوگی''۔

نبوی مشن کا احیاء

انسانی و بشری معاشرہ اپنی بقاء اور امن و استقرار کے لئے بہت ساری اہم اور بنیادی چیزوں کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر یہ معدوم ہوجائیں تو معاشرہ نامکمل، ناقص اور ادھورا رہ جاتا ہے، قدریں ختم ہوجاتی ہیں، اخلاق اور اچھی روایات مٹ جاتی ہیں اور وہ انسانوں کا گروہ یا مجموعہ تو نظر آتا ہے لیکن روح پرواز کرچکی ہوتی ہے۔ آپ ایسے معاشرے کو نہ ایک اچھا اور مثالی معاشرہ کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی نمونۂ اخلاق کے طور پر پیش کرسکتے ہیں۔

اگر تاریخ کے اوراق کو پلٹا جائے تو یہ بات آشکار ہوتی ہے کہ مصلح کامل آقائے دو جہاں ﷺ نے جو بہت بڑا کارنامہ انجام دیا وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے عرب معاشرے کی غلط روایات کو توڑا اور قدیم فکری و علمی بے راہ روی کو ختم کرتے ہوئے انسانیت کے حقوق کی بازیابی کی جنگ لڑی۔ آپ ﷺ نے ایک طرف فسادات کا قلع قمع کرتے ہوئے بے انصافی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور دوسری طرف اخلاقی گراوٹ کو اخلاق حسنہ کی ضیا بخشی اور لوگوں کو اللہ کی توحید و وحدانیت کے طرف لائے۔

آقائے دو جہاں ﷺ ایک عظیم اور مثالی معاشرے کا قیام عمل میں لائے اور آپ ﷺ کے بعد تاریخ اسلام کی اگلی چار صدیاں اضطرابات و سانحات سے گزریں۔ حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز نے اس عظیم نبوی مشن کو جہاں تقویت بخشی وہاں اس کا اپنے زمانہ میں احیاء بھی فرمایا۔ قابل غور بات ہے کہ مرور وقت کے ساتھ ساتھ معاشرہ میں مختلف اعلیٰ و اخلاقی قدریں زوال کا شکار ہوتی ہیں۔ برائیاں اور خرابیاں مختلف سطحوں پر جنم لیتی ہیں۔ عدل و انصاف مفقود ہونا شروع ہوجاتا ہے۔ ہوس و مادیت عام ہوجاتی ہے اور لوگوں کا مطمع نظر نفسانی شہوات کے اردگرد گھومتا ہے۔ یہ ہی حال پانچویں صدی ہجری کے

آخر اور چھٹی صدی ہجری کے اوائل میں تھا۔ اسی ابتری و بدحالی کی وجہ سے کئی فتنے رونما ہوچکے تھے۔ جس میں فتنہ اعتزال عباسی خلیفہ واثق باللہ اور فتنہ خلق قرآن خلیفہ مامون کے دور میں بطور آزمائش آچکا تھا۔

لیکن تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے ان تمام ابتریوں اور زبوں حالی کی کیفیات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور معاشرہ کی اصلاح میں بنیادی حیثیت کے حامل ''تزکیہ نفس'' کو فروغ دیا۔ آپ کی ذات مبارکہ کے فیوضات و تعلیمات کی روشنی میں نہ صرف تصوف کو عرب و عجم میں بے مثال تقویت و وسعت ملی بلکہ اصلاح معاشرہ و انسانیت کے دائرہ نفوذ کو ایسی فقیدالمثال توسیع دی کہ تاریخ بھی ان کے کارناموں پر فخر کرتی ہے۔ آپ ﷺ کے فیوض و انوار کی وجہ سے ایسے نفوس قدسیہ اور سرخیل میدان عمل آئے جنہوں نے آپ کی تعلیمات کی روشنی میں اصلاح معاشرہ کو اپنا مطمع نظر بنایا۔

خدمتِ انسانیت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے خدمت انسانی کو اپنا اوڑھنا بچھونا رکھا اور معاشرہ کے ہر فرد کو دنیوی، اخروی، مالی و مادی، روحانی و باطنی الغرض ہر قسم کے نقصان سے بچانے کی ہمیشہ کاوش کی۔ آپ کی تعلیمات ہمیشہ خیر خواہی پر مبنی تھیں۔ آپ نے ہمیشہ ہر سطح پر معاشرہ کو مضبوط کرنے والے امور کی تعلیمات دیں اور اسے کمزور کرنے والے اسباب کا صفایا کیا۔

حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز نے پڑوسیوں اور ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے اور دوسری کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنے کی تعلیم دی۔ آپ اپنی کتاب الفتح الربانی میں ارشاد فرماتے ہیں:

''اے لوگو! افسوس ہے کہ تم سیر ہوکر کھاتے ہو اور تمہارے پڑوسی بھوکے ہیں، پھر تم دعویٰ کرتے ہو کہ ہم مومن ہیں۔ تمہارا ایمان درست نہیں ہے''۔

گویا آپ نے کامل اور درست ایمان کی علامت بیان فرمائی کہ معاشرہ کے غریب، فقراء اور محتاج لوگوں کا خیال رکھنا ایمان ہے۔ دوسروں کی خاطر مال اور اپنا وقت خرچ کرنا اللہ کو بہت محبوب ہے۔

تعلیماتِ غوث الاعظمؒ

آپ اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے نصیحت کرتے ہیں کہ اے بیٹے میں تمہیں یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ

☆ اغنیاء کے ساتھ تم بھی بطور ایک غنی اور پروقار بن کر رہنا جبکہ فقراء کے ساتھ عاجزی اور تواضع سے رہنا۔

☆ ہر عمل میں اخلاص کو مضبوطی سے تھامنا اور وہ یہ ہے کہ ریاکاری کو بھلا دینا۔ ہمیشہ خدا تعالیٰ کی رؤیت اور اس کی رضا کے لئے عمل کرنا۔

☆ اسباب کے حوالے سے کبھی خدا تعالیٰ کی ذات میں شک و شبہ نہ کرنا بلکہ ہر معاملہ میں خدا تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم رہو۔

☆ اپنی حاجتوں کو کسی شخص کے سامنے نہ رکھنا، چاہے اس کے اور تمہارے بیچ محبت، مودت اور قرابت دوستی کا تعلق ہی کیوں نہ ہو۔

☆ فقراء کی خدمت کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ فقراء کے معاملہ میں تین چیزوں کی پابندی لازمی ہے:

۱۔تواضع انکساری ۲۔حسن آداب ۳۔سخاوت نفس

☆ اپنے نفس کی ریاضت میں دوام پیدا کرتی کہ وہ زندہ ہوجائے۔

☆ مخلوق میں سے خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ نزدیک وہ شخص ہے جو اخلاق میں سب سے زیادہ عمدہ اخلاق کا مالک ہے۔

☆ تمام اعمال میں سب سے زیادہ افضل عمل ایسی

چیز میں التفات سے بچنا ہے جو خدا تعالیٰ کو اذیت دے یعنی اس کی ناراضگی کا سبب بنے۔

☆ جب فقراء کو خواہشات آلیں تو تم ان سے کنارہ کشی کرنا کیونکہ حقیقی فقیر خدا تعالیٰ کی ذات کے سواء ہر چیز سے مستغنی ہوتا ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟

آپ سے تقوی سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا تقویٰ کی مختلف اقسام ہیں:

ا۔تقویٰ عام ۲۔تقویٰ خاص ۳۔تقویٰ خاص الخاص

ا۔ تقویٰ عامہ سے مرادمخلوق کے ذریعے جو شرک ہوتا ہے اس کو ترک کرنا ہے۔

۲۔ تقویٰ خاص سے مراد خواہشاتِ نفسانی اور گناہوں کو ترک کرنا ہے یعنی تمام تر احوال میں نفس کی مخالفت کرنا ہے۔

۳۔ خاص الخاص کے تقویٰ سے مراد اشیاء کی چاہت کو ترک کرنا، نوافل عبادت کی پابندی اور تمام تر احکامات میں احکام فرائض کا اہتمام کرنا ہے۔

پھر فرمایا: تقویٰ کا پہلا راستہ اور اس کی ابتداء بندوں کے حقوق کو ظلماً کھانے سے خود کو خلاصی دلانا ہے یعنی لوگوں کے حقوق میں ظلم نہ کیا جائے۔ پھر صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے خلاصی ہے۔ پھر قلبی ذنوب اور خطاؤں سے خلاصی ہے جو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ قلبی ذنوب و خطاؤں سے مراد نفاق، ریاء، غرور، تکبر، حرص، لالچ، جاہ منصب اور سلطنت کی طلب اور دوسروں پر فوقیت حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ یہ تمام تر گناہ دل سے پیدا ہوتے ہیں اور اعضاء سے سرزد ہوتے ہیں۔

تعلیم و تدریس

حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز نے تعلیم و تدریس میں بڑی جانفشانی کے ساتھ زندگی گزاری چونکہ علم وتعلیم انسانی معاشرہ کی بقاء اور استقرار کا بنیادی پہلو ہے بلکہ یہ کہنا بھی غلط نہیں ہوگا کہ علم معاشرے کی صحت مندی اور تندرستی کی اہم اور ضروری غذا ہے۔

آپؒ نے تعلیمی سلسلہ کے ذریعہ سے افراد سازی کا فریضہ انجام دیا کیونکہ اچھے اور قابل افراد کی تیاری اچھے معاشرے کے قیام پر منتج ہوتی ہے۔ چھٹی صدی ہجری اس بات کی متقاضی تھی کہ باصلاحیت اور صاحبان استعداد افراد منظر عام پر آئیں جو بدامنی اور انحرافی تحریکوں کا خاتمہ کریں۔ اس بارے میں آپ کی کاوشوں کو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی علمی نشست میں ستر ہزار افراد تک شریک ہوتے۔ جن میں سے چار سو علماء کرام قلم دوات لے کر حاضر ہوتے تھے جو آپ کے ارشادات کو قلمبند کیا کرتے تھے۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے علم حاصل کیا حتی کہ آپ کے شاگردوں میں سے بہت سے ثقہ علماء کے طبقات تھے۔ آپ کی تربیت اور اصلاح سے نامور علماء ربانی تیار ہوئے۔

نظرِ کیمیاء

کفروشرک کی بہیمی صفات بھی انسانی معاشرے میں طرح طرح کی پریشانیوں اور خرابیوں کا باعث بنتی ہیں۔ حضور غوث اعظم قدس سرہ العزیز کو وہ کمال لازوال حاصل ہے کہ آپ کے دست اقدس پر پانچ ہزار سے زائد یہودونصاری نے شرف اسلام حاصل کیا ہے۔

ڈاکہ زنی، لوٹ مار اور قزاقی وہ اعمال قبیحہ ہیں جن سے افراد معاشرہ کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور بدامنی جنم لیتی ہے۔ آپ کی نظر کو وہ کمال حاصل تھا کہ جس پر پڑتی اس کی کیفیت بدل دیتی اور جس شخص پر آپ نگاہِ جمال آفریں سے توجہ فرماتے، وہ چاہے جتنا ہی

کرخت مزاج اور سنگدل کیوں نہ ہوں، مطیع اور غلام بن جاتا۔ آپ کی نگاہ پُر نور نے معاشرے میں بداعمالی اور بدکاری کرنے والے افراد کی اصلاح فرمائی۔ آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ میرے ہاتھ پر ایک لاکھ سے زائد ڈاکوؤں، قزاقوں، فسادانگیزوں اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی۔

آپ نے لوگوں کے تزکیہ نفس کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ لوگ خود آکر آپ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کر لیتے تھے۔ حضرت شیخ عمر الکمائی فرماتے ہیں کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے یا فسادی، قاتل، ڈاکو اور بدعقیدہ لوگ آپ کے دست مبارک پر توبہ نہ کرتے ہوں۔

قدیم زمانے سے ہی انسانیت اہل تقویٰ کی طرف مائل ہوئیں یعنی لوگوں نے ان اولیاء کرام کے زہد، ورع تقویٰ طہارت کے اعتماد پر اپنے اعتقادات بنائے، ان کے دینی اعمال کو اپنا شعار بنایا۔ لوگوں نے ان کے راستوں کو کامیابی، کامرانی کے لئے اپنا منہج بنالیا اور یہی ان روحانی شخصیات کا مقصد ہے کہ انسانیت کو سیدھے راستے پر چلا کر ان کو خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں کامیاب کرایا جائے۔

اللہ تعالیٰ سے دلِ خاشع سے دعا ہے کہ ہمیں حضور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے فیوضات و برکات سے نوازے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

وکٹوریہ (میلبورن۔آسٹریلیا) میں عظیم تعلیمی منصوبہ ''منہاج سٹی'' کا افتتاح

گذشتہ ماہ نومبر 2015ء میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے آسٹریلیا کے شہر وکٹوریہ۔میلبورن میں ''منہاج سٹی'' کا افتتاح فرمایا۔ منہاج سٹی منہاج القرآن انٹرنیشنل وکٹوریہ (آسٹریلیا) کے زیر اہتمام 35 ایکڑ پر محیط عظیم تعلیمی منصوبہ ہے۔ اس کے قیام کا مقصد منہاج القرآن انٹرنیشنل کے نظریہ وفکر کے مطابق سوسائٹی کی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے جدید، روحانی اور اسلامی تعلیم کا فروغ ہے تاکہ اسلام کی امن و سلامتی پر مبنی حقیقی تعلیمات دنیا کے سامنے آسکیں اور انتہا پسندانہ و دہشت گردانہ افکار ونظریات کی بیخ کنی ہوسکے۔

منہاج سٹی کی افتتاحی تقریب کا آغاز تلاوت و نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ اس موقع پر آسٹریلیا اور گردونواح سے تشریف لائے ہوئے سکالرز اور مقررین نے اس عظیم تعلیمی منصوبہ کی ضرورت و اہمیت اور سوسائٹی کے افراد کے مابین اتفاق و اتحاد کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے اس عظیم منصوبہ کو وقت کی ضرورت قرار دیا۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ''منہاج سٹی'' اس سوسائٹی میں ایک مثبت اور بامقصد کردار ادا کرے گا۔ اس عظیم منصوبہ سے سوسائٹی کے تمام افراد کے باہمی اتصال اور اتفاق و اتحاد کو فروغ حاصل ہوگا۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ کے لئے ہم اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں گے۔

اس افتتاحی تقریب سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے منہاج القرآن انٹرنیشنل وکٹوریہ (آسٹریلیا) کے تمام ممبران وعہدیداران کو بالعموم اور اس عظیم منصوبہ میں کلیدی کردار ادا کرنے والے تمام احباب کو بالخصوص اس تاریخی اقدام پر مبارکباد پیش کی۔ تقریب کے اختتام پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے منہاج سٹی کا باقاعدہ افتتاح فرمایا اور خصوصی دعا کی۔

اعلاءِ کلمہ حق کا تاریخی تسلسل

غلام مرتضٰی علوی☆

گھر بار کا چین میسر ہو، محبت و ادب کرنے والے اہل و عیال موجود ہوں، مقتدر حلقوں اور عوام الناس میں مقبولیت ہو، زندگی کا ہر لمحہ استراحت اور آرام سے گزر رہا ہو، رزق اور روزگار محفوظ ہو، کامیابیوں کی ملک بھر میں دھوم ہو، دنیا قدم چومتی ہو، ایسے پر آسائش اور بہترین ماحول میں بیٹھے بٹھائے نصیب کی راحت سے صلیب کی آفت تک منتقل ہونا کون پسند کرتا ہے۔۔۔؟ قبولیت عامہ کا ماحول چھوڑ کر کسی اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کے لئے طعنے اور گالیاں برداشت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔ یہ راستہ انبیاء کرام کا راستہ ہے جس پر وہ صبرو استقامت اور ایمان و یقین کے نور کے ساتھ گامزن رہے۔ قوم کی سرداری، سونا چاندی اور عیش و آرام چھوڑ کر شہر شہر، گرمی، سردی، دھوپ اور بارش میں دشمنوں کی طرف سے مصائب و آلام اور پتھروں کی بارش کے باوجود پیغام حق وہی پہنچاتا ہے جسے اپنے پیغام و مقصد کی صداقت اور اپنی منزل کے حصول کا یقین محکم ہوتا ہے۔ اسی بناء پر ایسے مردانِ حُر اپنے عیش و آرام اور شہرت و ناموری کی قربانی دیتے ہوئے میدان عمل میں نکل پڑتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حاصلِ مقصدِ تخلیق کائنات ہیں۔

ایک ایسا باطل نظریہ جسے اندھی طاقت اور بزور بازو حاصل کردہ اقتدار کی پشت پناہی حاصل ہو، ایسے باطل نظریہ و فکر کو چیلنج کرنا، اس کے خلاف قلم اور گفتار سے جدوجہد کرنا ہر حال میں اعلائے کلمہ حق کی جدوجہد اور خدمت اسلام ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جس قدر فتنے اسلام کی 1400 سال کی تاریخ میں اُٹھے، یہ تمام وقت کے بادشاہوں کی تائید وحمایت میں اُٹھے۔ اسی لیے اعلاء کلمہ حق کا نصب العین لے کر اٹھنے والوں کو اکثر حکمرانوں کی طاقت سے ٹکرانا پڑا۔ کلمہ حق بلند کرتے ہوئے جب کوئی صاحب عزیمت باطل اقتدار کے ایوانوں کو للکارتا اور انہیں حق اور عوام الناس کے بنیادی حقوق کی طرف متوجہ کرتا ہے کہ تم اپنی ذمہ داریوں سے سرمو انحراف کئے ہوئے ہو لہذا آئین و قانون کے تحت عوام کو اُن کے حقوق واپس کرو۔ اس نعرہ مستانہ کے جواب میں اس کی کردار کشی کی جاتی ہے، ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں، اس کے رفقاء و کارکنان کو مشکلات و مصائب کا شکار کیا جاتا ہے۔ الغرض ہر حربے کو آزماتے ہوئے اسے ہراساں کیا جاتا ہے۔ مگر وہ مردِ قلندر لایخافون لومۃ لائم کی عملی تصویر بنے ہوئے اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہتا ہے۔

☆ مرکزی ناظم تربیت تحریک منہاج القرآن gmalvi92@gmail.com

اعلاءِ کلمۂ حق ہر ایک کا نصیب نہیں

اعلاء کلمہ حق ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتا بلکہ ہر دور میں عزم، حوصلہ، ہمت، جرأت اور صبرو استقامت کے اوصاف کا حامل ایک محدود طبقہ ہی اس اعلیٰ مقام کو حاصل کرتا ہے۔ بطور عادت سچ بولنے والے دنیا میں بہت ہوتے ہیں لیکن جان ومال کی آزمائش کے وقت کلمہ حق کہنے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ تاریخ ایسی مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ لوگوں کو دین میں محنت، ایمان میں ترقی اور حق گوئی کی تلقین کرنے والے واعظین جابر سلطان کی ایک نگاہ غضب آلود کی تاب نہ لا سکے اور اپنی بے حمیتی کے جواز تخلیق کرتے رہے۔

اسی طرح ایسے مردانِ خدا کی بھی ایک طویل فہرست ہے جنہوں نے اپنی اور اپنے خاندان کی جان و مال اور عزت وآبرو کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ اپنے مشن پر ڈٹے رہے۔ نتیجتاً شر کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا سر نہ جھکا سکیں۔

نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی حق گوئی ہو یا حضور نبی اکرم ﷺ کے مکاتیب لے کر ہرقل، کسریٰ اور دیگر شاہان وقت کے درباروں میں جانے والے صحابہ کرامؓ کی جرأتِ رندانہ۔۔۔ کہیں حجر بن عدی اعلاء کلمہ حق کے جرم میں شہید کیے گئے۔۔۔ تو کہیں عبدالرحمٰن بن حسان کلمہ حق کہتے ہوئے جام شہادت نوش کر گئے۔۔۔ قافلہ حسین کے ایلچی قیس بن مسیر ہوں یا لشکر یزید سے حر بن یزید۔۔۔ یہ اور اس قبیل کے تمام افراد کا شعار ہمیشہ یہی رہا ہے کہ کلمہ حق کہتے ہوئے اپنی جان اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں مگر مشن سے پیچھے نہیں ہٹتے۔

واقعہ کربلا تو جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کی معراج ہے۔ بے سرو سامانی کے عالم میں حق پر ڈٹے رہنا اور اپنا وطن ،مال، اولاد، جان، الغرض ہر شے قربان کردینے کی اگر قیامت تک کوئی قابل تقلید مثال ہے تو امام عالی مقام امام حسینؓ کا کردار ہے۔

نواسۂ رسول کی شہادت کے بعد امت میں قبرستان جیسی خاموشی چھا گئی۔ ایسے میں کربلا کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیر کی صدائے حق روشنی بن کر چمکی۔۔۔ کہیں ابن جبیر نے تو کہیں حطیطہ زبات نے حجاج بن یوسف کے ظلم کے خلاف آواز حق بلند کی۔۔۔ حضرت امام زین العابدین کے بیٹے امام زید نے اموی دور حکومت کے ظلم کے خلاف کلمہ حق بلند کیا تو ایک لاکھ لوگوں نے آپکی بیعت کی، جب حق وباطل کا معرکہ آیا تو محض 218 افراد نے آپ کا ساتھ دیا۔ آپ نے کلمہ حق بلند کرتے ہوئے اپنے ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کیا اور آپ کی لاش کو کئی دن تک لٹکائے رکھا گیا۔

تاریخ اسلام میں کہیں امام اعظم ابو حنیفہؒ تمام حکومتی دباؤ اور پیشکشوں کو ٹھکرانے پر کوڑے کھاتے نظر آتے ہیں۔۔۔ تو کہیں امام مالکؒ کو مجرموں کی طرح لا کر کوڑے مارے جاتے ہیں۔۔۔ کہیں امام احمد بن حنبلؒ کو روزے کی حالت میں اتنے کوڑے لگتے ہیں کہ آپ بے ہوش ہوجاتے ہیں۔۔۔ کہیں ذالنون مصریؒ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں تو کہیں ابوعبدالرحمٰن کو ملک بدر کیا جاتا ہے۔۔۔ کہیں امام غزالیؒ کلمہ حق بلند کرتے ہیں تو کہیں سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ ظالم حکمرانوں کو للکاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔

خواجہ نظام الدین اولیاء ہوں یا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری۔۔۔ شیخ شہاب الدین ہوں یا مجدد الف ثانیؒ۔۔۔ یہ تمام نامور شخصیات حکمرانوں کے غیض و غضب کا شکار ہوئیں اور قیدو بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں لیکن ہر ایک نے کلمہ حق بلند کرنے کا حق ادا کیا۔

اعلاء کلمہ حق درحقیقت دینِ اسلام کی بقاء اور استحکام کی علامت ہے۔ اگر کلمۂ حق کا باب اسلامی تعلیمات میں شامل نہ ہوتا تو یقیناً اسلام کی عمر ایک صدی

سے زائد نہ ہوتی یا اسلام اپنی حقیقی شناخت قائم نہ رکھ سکتا۔ کیونکہ اسے اپنی پیدائش کے محض 60سال بعد ہی دور یزید میں ایسے چیلنج کا سامنا کرنا پڑا کہ، اگر اس وقت زمانے کے سب سے بہترین افراد اعلاء کلمہ حق کا فریضہ سر انجام نہ دیتے تو اسلام اپنی شناخت کھو دیتا۔ محض حکمرانوں کی مرضی اور ظلم وستم اسلام کی پہچان رہ جاتی۔

اعلاءِ کلمہ حق کے تقاضے اور کامیابی کی ضمانت

اعلاء کلمہ حق کے کئی تقاضے ہیں جن کی تکمیل اہل حق پر لازم ہوتی ہے۔ ان تقاضوں میں سے چند ایک یہ ہیں:

۱۔ جہدِ مسلسل ۲۔ مصائب وآلام پر صبر

۳۔ شکست نہ کھانے والا حوصلہ ۴۔ استقامت

۵۔ خوف و ہراس کے عالم میں جدوجہد جاری رکھنا

۶۔ زمانے بھر کی تنقید کو سننے اور برداشت کرنے کا حوصلہ

۷۔ مال و جان کی قربانی کا جذبہ

اعلاء کلمہ حق ایک وقتی اور عارضی جدوجہد کا نام نہیں بلکہ طویل اور مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ باطل کو اس کے انجام تک پہنچانے، اس کے اثر ونفوذ کے مکمل خاتمے، حق کو سربلند کرنے اور نیکی کو غالب کرنے کے لئے اہل حق کو ایک طویل جدوجہد اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ مندرجہ بالا تمام ضابطوں اور تقاضوں کی تکمیل پر ہی کسی گروہ کو فتح نصیب ہوتی ہے۔

اہل حق کے لئے فتح کی سب سے بڑی ضمانت یہ ہے کہ اہل حق کو اللہ نے اپنا لشکر قرار دیا ہے اور اللہ اپنی جماعت کو کبھی شکست نہیں ہونے دیتا۔ ارشاد فرمایا:

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ.

’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً میں اور میرے رسول ضرور غالب ہوکر رہیں گے، بے شک اللہ بڑی قوت والا بڑے غلبہ والا ہے‘‘۔ (المجادلہ، ۵۸:۲۱)

اللہ رب العزت اپنی جماعت کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کے لئے ان کی تربیت فرماتا ہے۔ کبھی باطل کے ظلم وستم سے ان میں صبر کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔۔۔ اور کبھی وقتی طور پر باطل کو فتح دے کر اہل حق کی استقامت کا جائزہ لیتا ہے۔۔۔ کبھی اپنوں سے طعنوں کے تیر چلوا کر لوگوں کی بے وفائی کے کرب سے گزارتا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ اہل حق کو اس وقت تک آزمائشوں سے گزارتا رہتا ہے۔ جب تک اہل حق فتح کے حصول کے لیے تمام تقاضے پورے نہیں کر لیتے۔

اعلاءِ کلمہ حق کی جدوجہد میں ہر موقع اور مرحلہ کے اختتام پر یہ بھی ضروری نہیں کہ اہل حق کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے، اور نہ ہی اہل حق کو ہر معرکہ کے اختتام پر فوری کامیابی میسر آتی ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اعلاء کلمۂ حق اور موجودہ حالات

برصغیر پاک وہند کی تاریخ بھی اعلاء کلمہ حق کی داستانوں سے بھری پڑی ہے۔ مختلف نسلوں، رنگوں اور علاقوں کے لوگ انفرادی اور اجتماعی سطح پر جدوجہد کی وہ قابلِ رشک عظیم داستانیں رقم کرتے رہے جو کہ یقیناً انہی کا نصیب تھیں۔ مسلمانان برصغیر نے علامہ اقبال کی فکر سے روشنی، دوقومی نظریہ سے قوت اور قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں جمع ہو کر قربانیوں کی وہ عظیم اور لازوال داستان رقم کی کہ جس کی نظیر نہیں ملتی۔ شاید کہ ساقی کوثر ﷺ کو مشرق سے جو ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آئے، آپ ﷺ کا اشارہ انہی قربانیوں کی طرف تھا۔

لیکن افسوس صد افسوس، قائد اعظم علیہ الرحمۃ کی رحلت کے بعد ریاست مدینہ کا یہ ماڈل (پاکستان) اپنی اصلی صورت میں برقرار نہ رہ سکا اور دولخت ہو گیا۔ پاکستان حقیقی جمہوری و فلاحی ریاست نہ بن سکا۔ باطل

نظام کے پروردہ مختلف موثر طبقات نے اس مملکتِ خداداد کو دشمن طاقتوں کے ہاں گروی رکھ دیا اور ایسا نظام مرتب کیا جس سے ایک طرف غریب اور محکوم طبقات کا استحصال ہوتا چلا گیا اور دوسری طرف حاکم اور امیر طبقات کے حقوق کی حفاظت ہوتی رہی۔

ملک پاکستان آج واضح طور پر دو طبقات میں تقسیم ہوچکا: ا۔ طبقہ اشرافیہ ۲۔ طبقہ غرباء

طبقہ اشرافیہ ظلم اور کرپشن کے ذریعے اقتدار پر قابض ہوچکا ہے۔ اقتدار کے ذریعے اس طبقے نے ملک کے تمام وسائل، اختیارات، اداروں اور اٹھارہ کروڑ عوام کو اپنا غلام بنالیا ہے۔ اب مظلوم انصاف نہ ملنے پر تیل چھڑک کر اپنے آپ کو آگ لگالے یا بھتہ نہ دینے پر 300 سے زائد افراد کو زندہ جلادیا جائے۔۔۔ کروڑوں تعلیم سے محروم رہیں یا بھوکے مریں۔۔۔ گرمی سے ایک شہر میں 1500 سے زائد جنازے اٹھیں یا ہر شہر میں بدکاری و فحاشی کے اڈے کھلیں۔۔۔ اشرافیہ کا مقدر اقتدار اور عوام کا مقدر ذلت و رسوائی رہ گیا ہے۔

سیدنا علی شیرا خدا رضی اللہ تعالی نے شاید ایسے ہی نظام باطل کے متعلق ارشاد فرمایا تھا:

''(بُرے) لوگ فسق وفجور (گناہ) پر بھائی چارہ (مک مکا) کرلیں گے اور دین کے معاملات میں (آپس) میں پھوٹ پڑ جائے گی، اور جھوٹ کے معاملے میں یارانہ ہوگا (تحفے تحائف دیے جائیں گے) اور جب ایسا ہو جائے گا تو اولاد (والدین کے لئے) آنکھوں کی ٹھنڈک کے بجائے غیظ وغضب کی علامت بن جائے گی۔ بارشیں کثرت سے ہوں گی، ہر طرف پانی ہی پانی نظر آئے گا (یعنی سیلاب آئیں گے) شرافت اور شریف لوگوں کی کمی ہوتی جائے گی۔ اس زمانے کے لوگ بھیڑیوں کی طرح ہوں گے (زبانیں میٹھی اور دل سخت ہوں گے)، حکمران درندے ہوں گے، (لوگوں کو ماریں گے) جسمانی ومعاشی قتل کریں گے۔ متوسط طبقے کے لوگ زیادہ کھانے پینے کے شوقین ہوں گے جبکہ غریب اور فقراء بھوک سے مریں گے۔ سچ اور سچائی غارت ہو جائے گی اور جھوٹ پھیلایا جائے گا۔ انسانیت کے ساتھ محبت صرف زبانی کلامی ہو گی (سیاسی نعرہ ہو گا) لوگ قلبی طور پر ایک دوسرے سے دور ہوں گے۔ نسب کا معیار گناہ ہو گا۔ عفت وپاکدامنی نرالی چیز سمجھی جائے گی (اس پر تعجب ہوگا)''۔

(نہجہ البلاغہ، خطبہ نمبر۱۰۲، صفحہ نمبر۱۹۴)

اگر ہم مولائے کائنات سیدنا علی شیرا خداؑ کے مذکورہ بالا خطبہ کے اس حصہ کا مطالعہ کریں تو من حیث المجموع ہم انہی حالات سے گزر رہے ہیں۔

ہم میدانِ عمل میں کیوں نکلے؟

ایسی صورت حال میں اہل حق پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اعلاء کلمہ حق کی جدوجہد کی خاطر آئین و قانون کے مطابق میدان میں نکل پڑیں۔ اگر اہل حق ظلم ہوتا دیکھتے رہیں اور باطل کے خلاف برسر پیکار نہ ہوں، ان کے خلاف آئینی و قانونی حدود میں رہتے ہوئے جدوجہد نہ کریں تو دائمی ذلت ورسوائی اس قوم کا مقدر بنا دی جاتی ہے۔ سیدنا علی شیرخدا کا قول ہے کہ

''مملکت کفر پر قائم رہ سکتی ہے مگر ظلم پر نہیں''۔

جس معاشرے کے لوگ ظلم کو برداشت کرنے لگ جائیں، ظالم کو ظالم نہ کہیں، اعلاء کلمہ حق کا فریضہ کوئی بھی طبقہ ادا نہ کرے تو پھر ایسی قومیں مٹا دی جاتی ہیں۔

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللهِ كَثِيْرًا. (الحج، ۲۲ : ۴۰)

''اور اگر اللہ انسانی طبقات میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ (جہاد و انقلابی جدو جہد کی صورت میں)

ہٹاتا نہ رہتا تو خانقاہیں اور گرجے اور کلیسے اور مسجدیں (یعنی تمام ادیان کے مذہبی مراکز اور عبادت گاہیں) مسمار اور ویران کر دی جاتیں جن میں کثرت سے اللہ کے نام کا ذکر کیا جاتا ہے‘‘۔

وطن عزیز کے لوگ 1947ء سے لیکر 1980ء تک تین دہائیوں سے مسلسل ذلت ورسوائی اور جہنم کی زندگی گزار رہے تھے۔ اجتماعی سطح پر ظلم سے ٹکرانے کو کوئی تیار نہ تھا۔ ہر کوئی اصلاح احوال کی انفرادی جدوجہد کو ہی کافی سمجھتا تھا۔ کئی طبقات غیر سیاسی ہونے کا نعرہ لگا کر جابر حکمران کے سامنے کلمہ حق کی سنت کو اپنے کردار وعمل اور مقاصد سے خارج کر چکے تھے۔ ایسے ماحول میں اعلاء کلمہ حق کا تسلسل بنتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ایک ایسی گرجدار آواز بلند ہوئی جو علمی میدان سے لیکر اعلائے کلمہ حق کی جدوجہد تک پاکستان کے غریب اور متوسط طبقے کی نمائندہ آواز قرار پائی۔

معاشرے میں ظلم کے خاتمے کے لئے تحریک منہاج القرآن اور پاکستان عوامی تحریک کی اجتماعی جدوجہد عوام پاکستان کے لئے بالخصوص اور مسلمانان عالم کے لیے بالعموم ایک مژدہ جانفزا ہے۔ 23 دسمبر 2012ء سے اعلاء کلمہ حق کی یہ جدوجہد انقلابی مرحلے میں داخل ہوئی تو اس دن سے لے کر آج تک کارکنان تحریک نے قربانیوں اور عزم استقلال کی وہ تاریخ رقم کی جس کی نظیر حالیہ تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔

☆ 17 جون 2014ء کو 100 افراد کو میڈیا کی موجودگی میں گولیاں ماردی گئیں 14 افراد شہید ہوئے۔ بعد ازاں ہزارہا افراد کو گھروں سے اٹھا کر جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

☆ 9، 10 اگست کو پاکستان بھر سے آنے والے قافلوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے اور گولیاں مار کر لوگوں کو شہید و زخمی کیا گیا۔ عورتوں پر تشدد کیا گیا۔ قافلہ حق کو دبانے کے لئے پورے ملک کو کنٹینرز لگا کر جام کر دیا گیا۔

☆ 30، 31 اگست کی رات کو ملکی تاریخ کے بدترین ریاستی جبر کا مظاہرہ کیا گیا۔

اعلاء کلمہ حق کے راستے پر گامزن لوگوں کو جن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تحریک کے کارکنان بھی انہی مشکلات کا شکار ہوئے۔ ایک طرف اس عظیم تحریک کی نڈر قیادت اور بہادر کارکنان 70 دن سے زائد کھلے آسمان تلے سخت بارش اور ریاستی جبر اور حملے کے خوف کا مقابلہ کرتے ہوئے ڈٹے رہے، جبکہ دوسری طرف جس قوم کی آزادی کے لئے تن من دھن سب کچھ قربان کیا، واپسی پر اسی قوم نے طعنے بھی دیئے۔ اس تمام کے باوجود باطل کا ہر ظلم و جبر اور لوگوں کی بے وفائی اعلاء کلمہ حق کا فریضہ سرانجام دینے والے اس قافلے کے کسی ایک فرد کا سر نہ جھکا سکی۔۔۔ قارونوں کے خزانے کسی ایک شہید کے ورثاء کی وفا کو خرید نہ سکے۔۔۔ اس قافلہ عزیمت کے ایک ایک فرد نے کوہِ استقامت بن کر جرأتوں کی لازوال داستان رقم کی ہے۔

یہ انقلابی جدوجہد ابھی جاری ہے۔ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے، صورت حال واضح ہوتی جا رہی ہے۔ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے کہے ہوئے ایک ایک جملے کی حقیقت اور کارکنان کی قربانیوں کی عظمت قوم پر ہر آئے دن واضح ہو رہی ہے۔ ایک طرف قائد انقلاب کی قیادت میں کارکنان کے عزم وحوصلہ میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو دوسری طرف ظالموں کو اپنا انجام بھی اب نوشتہ دیوار نظر آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ کارکنان کی یہی استقامت، عزم و ہمت اور جدوجہد کا تسلسل ایک دن انہیں ان کی منزل تک پہنچادے گا۔

(ماہنامہ منہاج القرآن کے آئندہ شماروں میں ہم اس انقلابی جدوجہد کے شعوری، معاشی، معاشرتی اثرات ونتائج کا جائزہ لیں گے۔)

دھاندلیوں اور بے ضابطگیوں کا مجموعہ حالیہ بلدیاتی انتخابات

حالیہ بلدیاتی انتخابات کا انعقاد جس طریق سے کیا گیا ہے پاکستان کی تاریخ میں یہ بھی ایک سیاہ باب کے طور پر یاد رکھا جائے گا۔قومی انتخابات کی طرح یہ انتخابات بھی غیر آئینی الیکشن کمیشن کی نااہلی کا بین ثبوت ہے۔ بلدیاتی الیکشن کے تمام مراحل میں لاء اینڈ آرڈر کنٹرول کرنے میں الیکشن کمیشن اور حکومت دونوں ناکام رہے۔ ایک طرف حکومتی امیدواروں کی جیت کیلئے سرکاری وسائل اور مشینری کا بے دریغ استعمال کیا گیا جبکہ دوسری طرف پولیس، پٹواری اور غنڈوں کے ذریعے پاکستان عوامی تحریک کے امیدواروں کو نہ صرف ہراساں کیا گیا بلکہ قصور، اوکاڑہ، جھنگ اور دیگر متعدد علاقوں میں تشدد کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ پولنگ ڈے کے موقع پر لاء اینڈ آرڈر غیر تسلی بخش ہونے کے ساتھ ساتھ دھاندلی اور بے ضابطگی بھی اپنے عروج پر تھی۔ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ اپوزیشن امیدواروں کو غلط فہرستیں دی گئیں، گھوسٹ پولنگ سٹیشن بھی قائم کئے گئے اور آر اوز نے نتائج جاری کرتے وقت رد و بدل بھی کیا۔ پاکستان عوامی تحریک نے الیکشن کمیشن کو انتخابی بے ضابطگیوں سے متعلق خطوط لکھے مگر ان کی طرف سے کوئی نوٹس نہیں لیا گیا۔ حالیہ بلدیاتی انتخابات دھاندلیوں اور بے ضابطگیوں کا مجموعہ اس لئے بھی تھے کہ انتخابات سے پہلے ہی حکومت نے دھاندلی کا آغاز کردیا تھا۔نواز لیگ نے اپنے اراکین قومی اسمبلی کو بلدیاتی انتخابات کی انتخابی مہم کے دوران کروڑوں روپے جاری کرکے پری پول دھاندلی کی۔ وزیراعظم کے مختلف علاقوں کیلئے مختلف پیکجز کا اعلان اور خطابات انتخابی نتائج پر اثر انداز ہونے کی منصوبہ بندی کا حصہ تھے۔ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کی خلافِ آئین منظوری سے لے کر انتخابی نتائج مرتب ہونے تک ہر مرحلہ پر دھاندلی کی گئی۔ پسندیدہ حلقہ بندیاں، ووٹر لسٹوں میں رد وبدل، منظور نظر انتخابی عملہ کی تقرریوں، قومی خزانے کے بے دریغ سیاسی استعمال اور انتخابی نتائج میں رد و بدل موجودہ جمہوریت کے منہ پر طمانچہ ہے۔

ن لیگ کی حالیہ کامیابی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ عوام انکی کارکردگی سے مطمئن ہیں۔ انتخابات کے نتائج حکمران جماعت کی مقبولیت کا پیمانہ ہرگز نہیں ہیں۔ لوڈ شیڈنگ، بے روزگاری، مہنگائی، منی بجٹ، بدامنی اور دہشتگردی کے خاتمہ کے ضمن میں حکومت نے بدترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے جس پر ہر خاص و عام نالاں ہے۔

☆ پاکستان عوامی تحریک نے بلدیاتی انتخابات کے تینوں مراحل میں ہونے والی دھاندلیوں، بے ضابطگیوں پر باقاعدہ جائزہ رپورٹ جاری کی ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ حکومت نے من مانیاں کیں اور الیکشن کمیشن نے خاموش تماشائی کا کردار ادا کیا۔خراب لاء اینڈ آرڈر کے باعث اس دوران 29 افراد قتل اور 378 زخمی ہوئے۔ دھاندلی کی بنیاد پر قائم ہونے والے ریموٹ کنٹرول ادارے عوام کی کوئی خدمت نہیں کرسکیں گے۔ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس کی ناپسندیدہ قانون سازی سے لیکر حلقہ بندیاں اور انتخابی نتائج مرتب ہونے تک پنجاب حکومت نے قوانین کی دھجیاں اڑائیں، جمہوری اقدار کو پامال اور رائے عامہ کی توہین کی۔ 14 نکات پر مشتمل جائزہ رپورٹ پاکستان عوامی تحریک کے 7 رکنی الیکشن سیل نے جاری کی جس میں خرم نواز گنڈاپور، میجر (ر) محمد سعید، بشارت جسپال، بریگیڈیئر (ر) محمد مشتاق، فیاض وڑائچ، نوراللہ صدیقی اور ساجد بھٹی شامل تھے۔اس رپورٹ کے نکات درج ذیل ہیں:

1۔ 341 ارب کا کسان پیکیج بدنیتی کی بنا پر جاری کیا گیا، قومی خزانہ سیاسی مفادات کے لیے استعمال ہوا۔

2۔ انتخابی مہم کے آغاز پر ہر حکومتی رکن صوبائی اسمبلی کو 2 کروڑ روپے صوابدیدی فنڈ دیے گئے۔

3۔ پی اینڈ ڈی نے انتخابی مہم کے دوران 5ارب روپے کے ترقیاتی فنڈ کی منظوری دی۔

4۔ اپوزیشن امیدواروں سے آخری مرحلہ تک پولنگ سکیمیں خفیہ رکھی گئی، اپوزیشن امیدواروں کو کوئی اور حکومتی امیدواروں کو کوئی اور ووٹر فہرستیں فراہم کی گئی۔

5۔ گھوسٹ پولنگ اسٹیشن قائم کیے گئے۔ 6۔ آراوز نے نتائج میں ردوبدل کیا

7۔ ہزاروں کی تعداد میں ووٹ ٹرانسفر ہوئے 8۔ پسند اور ناپسند کی بنیاد پر حلقہ بندیاں کی گئیں۔

9۔ اپوزیشن امیدواروں کے بیلٹ پیپرز پر غلط انتخابی نشانات پرنٹ کروائے گئے۔

10۔ ریونیو، پولیس اور پی اینڈ ڈی کو بطور خاص دھاندلی کے لیے استعمال کیا گیا۔

11۔ چن چن کر کرپٹ اور حاشیہ بردار انتخابی عملہ تعینات کروایا گیا۔

12۔ وزیراعظم اور وزیراعلیٰ انتخابی مہم کے دوران قومی پیسے سے الیکٹرونک و پرنٹ میڈیا پر تشہیری مہم چلاتے رہے۔

13۔ انتخابی عمل کی مانیٹرنگ کرنے والے غیر جانبدار غیر سیاسی ادارے فافن کو مانیٹرنگ کے حوالے سے محدود کیا گیا۔

14۔ پہلے دومراحل کے اختتام پر دھاندلی کی شکایات لیکر الیکشن کمیشن اورآراوز کے پاس لے کر جانے والوں کی تذلیل کی گئی۔

موجودہ انتخابی نظام اور حکمرانوں کے ہوتے ہوئے شفاف انتخابات نہیں ہو سکتے۔ تینوں مراحل میں حکومت نے بدترین دھاندلی کی۔ اب وقت آگیا ہے کہ دھاندلی کے سوراخ بند کرنے کیلئے قانونی سیاسی و انتظامی سطح پر فول پروف انتظامات بروئے کار لائے جائیں۔ 10 سال کے طویل عرصہ کے تعطل کے بعد پاکستان عوامی تحریک انتخابی عمل کا حصہ بنی۔ ان بلدیاتی انتخابات میں PAT اور PAT کے حمایت یافتہ 20 چیئرمین و وائس چیئرمین جبکہ 400 سے زائد کونسلرز کامیاب ہوئے۔ہم ان نتائج کے باوجود بالکل مایوس نہیں ہیں۔ ہم نظام کی تبدیلی تک اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہم اس بات پر اب بھی یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ نظام دھاندلیوں اور بدعنوانیوں کو تحفظ دیتا ہے۔ لہذا موجودہ فرسودہ نظامِ انتخابات کے ذریعے ملکِ پاکستان میں کسی بھی طور حقیقی تبدیلی ممکن نہیں۔

قائد ڈے نمبر فروری 2016ء

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی 65 ویں سالگرہ کے موقع پر حسب روایت امسال بھی ماہنامہ منہاج القرآن قائد ڈے نمبر شائع کرنے کا اعزاز حاصل کررہا ہے۔ یہ شمارہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قومی و بین الاقوامی سطح پر امن ومحبت کے فروغ اور بیداریٔ شعور کیلئے کی جانے والی ہمہ جہتی خدمات پر مشتمل ہوگا۔

اس سلسلے میں آپ بھی ماہنامہ منہاج القرآن کو اپنی خصوصی معیاری تحریریں بھجواسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں قائد ڈے کے موقع پر آپ کی طرف سے **مبارکبادی پیغامات** کی صورت میں اشتہارات کی بکنگ بھی جاری ہے۔

آپ اپنی تحریر، مضامین اور اشتہارات سے متعلقہ اشاعتی مواد مورخہ 10 جنوری 2016ء تک ماہنامہ منہاج القرآن 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور ارسال کرسکتے ہیں۔

فون: Ext-128 042-111-140-140، mqmujallah@gmail.com

منہاج یونیورسٹی اور ایف سی یونیورسٹی کا 'پیس آن ارتھ' سیمینار

منہاج یونیورسٹی لاہور اور ایف سی کالج یونیورسٹی کے شعبہ ڈائیلاگ اینڈ ایکشن کے زیر اہتمام 8 دسمبر 2015ء کو ایف سی کالج یونیورسٹی لاہور میں ''پیس آن ارتھ'' کے عنوان سے سیمینار منعقد ہوا۔

اس سیمینار میں وائس چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ایف سی یونیورسٹی کے نائب صدر جان جوزف، ڈاکٹر چارلس رمزے، منہاج یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اسلم غوری، سابق وزیر تعلیم میاں عمران مسعود، رجسٹرار ایف سی یونیورسٹی ڈاکٹر حامد سعید، ڈاکٹر رابرٹ، خرم نواز گنڈا پور، میجر (ر) محمد سعید، جی ایم ملک، فادر جمیز چنن، بشپ منورمل، ارون کمال، پرکاش سنگھ، ڈاکٹر نصیر احمد، کرنل احمد، سجاد العزیز، جاوید قادری، ساجد بھٹی اور ڈائریکٹر انٹرفیتھ ریلیشنز سہیل احمد رضا خصوصی طور پر شریک ہوئے۔

ایف سی کالج یونیورسٹی کے رجسٹرار ڈاکٹر حامد سعید نے یونیورسٹی آمد پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین کو خوش آمدید کہتے ہوئے کہا کہ 1981ء میں اس یونیورسٹی میں ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب نے ''انقلاب اسلام کی نظر میں'' کے موضوع پر ایک فکر انگیز خطاب کیا تھا جو آج بھی ہمیں یاد ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب کے بیٹے بھی ان کے علمی و ادبی اثاثوں کے محافظ اور مبلغ ہیں۔

☆ سیمینار کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر حسین محی الدین نے کہا کہ پیغمبرانِ خدا زمین پر تعلیم عام کرنے، انصاف کا بول بالا کرنے اور امن برپا کرنے کے احکامات خداوندی کے ساتھ معبوث ہوئے۔ صوفیاء کرام نے اسلام کی حقیقی تصویر پیش کی۔ آج کے اس پلیٹ فارم سے ہمارا یہ پیغام ہے کہ امن اور محبت کو عام کیا جائے۔ اپنے ملک اور دنیا سے پیار کیا جائے اور خود کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا ثابت کرنے کی منفی دوڑ ختم کر دی جائے۔ دہشت گردی کے خلاف مسلم اور عیسائی دنیا کو مل کر چلنا ہوگا۔ جانوروں کے حقوق کا تعین کرنے والا اسلام بے گناہوں کی جانیں لینے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟

☆ ڈاکٹر جان جوزف نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کا فروغ امن نصاب مسلمانوں کی نہیں پوری انسانیت کی خدمت ہے۔

☆ سابق وزیر تعلیم میاں عمران مسعود نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کیلئے یونیورسٹیوں کے اندر مکالمہ ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دنیا میں اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ پر خراج تحسین کے مستحق ہیں۔

☆ ڈاکٹر چارلس رمزے نے کہا کہ تعلیم، انصاف کا بول بالا اصل خدمت اور عبادت ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ اسلامی سکالرز دہشت گردوں کے نکتہ نظر کو قرآن و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ مسترد کر کے نئی نسل کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ دہشت گردی کو اسلام سے جوڑنا فکری بد دیانتی ہے۔

اس سیمینار میں حضور نبی اکرم ﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت کے سلسلے میں کیک کاٹے گئے۔ محترم ڈاکٹر حسین محی الدین اور ڈاکٹر جان جوزف نے منہاج یونیورسٹی اور ایف سی یونیورسٹی کے طلباء و طالبات سے ملکر امن کی شمع روشن کی اور عزم کیا کہ بین المذاہب ہم آہنگی اور انسانی بھائی چارہ کے فروغ کیلئے دونوں یونیورسٹیوں کے طلباء اور طالبات علاقائی اور عالمی امن کیلئے مل کر کام کرینگے اور اس فروغ امن جدوجہد میں دیگر یونیورسٹیوں کے طلباء اور اساتذہ کو بھی شامل کیا جائے گا۔

اس موقع پر منہاج القرآن انٹرفیتھ ریلیشنز کے ڈائریکٹر محترم سہیل احمد رضا کو بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کیلئے شاندار خدمات انجام دینے پر ایوارڈ سے نوازا گیا۔

PAT یوتھ ونگ کے زیر اہتمام یوتھ امن کانفرنس

پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے 27 ویں یوم تاسیس کی مناسبت سے 30 نومبر 2015ء کو مرکزی سیکرٹریٹ پر یوتھ امن کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس تقریب میں محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، پاکستان عوامی تحریک اور یوتھ ونگ کے مرکزی عہدیداران و قائدین سمیت ملک بھر سے یوتھ ونگ کے کارکنان و عہدیداران نے خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر محترم ڈاکٹر حسین محی الدین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان جب تک جدید تحقیق اور علوم وفنون کے فروغ کیلئے جدوجہد کرتے رہے، پوری دنیا کی امامت ان کے پاس رہی۔ جب سے وہ علم اور تحقیق کے راستے سے ہٹے، غلامی کے طوق ان کی گردنوں کا حصہ بن گئے۔ ہمیں اپنے نوجوانوں سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔ نوجوان علم اور امن کی شمعیں ہاتھوں میں پکڑ کر جہالت اور دہشت گردی کے اندھیرے ختم کریں۔ تحریک منہاج القرآن دینی و جدید علوم اور عشق مصطفوی ﷺ کے احیاء کی تحریک ہے۔ نوجوانوں کی کردار سازی ہماری ترجیحات میں سرفہرست ہے۔ نوجوان ضرب عضب کو ضرب علم سے کامیاب بنائیں۔ قوموں کی تشکیل سڑکوں، پلوں کی تعمیر سے نہیں بلکہ علوم وفنون کے فروغ سے ممکن ہے۔ نا اہل سیاسی قیادت، کرپشن اور جہالت نے دہشتگردی، نا انصافی اور عدم برداشت کو جنم دیا، ان برائیوں کے قلع قمع کی بھاری ذمہ داری نوجوانوں کے کندھوں پر ہے۔

امن کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے صدر یوتھ ونگ محترم مظہر علوی نے کہا کہ ہم 27 سال سے فروغ امن، نوجوانوں کی زندگیوں میں مقصدیت لانے اور شعور و آگہی کی مہم چلائے ہوئے ہیں۔ یوتھ لیگ نے اپنے قیام سے لیکر اب تک 15 سو تربیتی سیشن، مختلف قومی و بین الاقوامی ایشوز پر 700 ریلیاں، 500 ورکشاپس کا انعقاد کیا اور ملک بھر میں یوتھ ونگ کے باقاعدہ ممبرز کی تعداد 75 ہزار ہے۔ یوتھ ونگ کے زیر اہتمام بلڈ بنک، موبائل ڈسپنسریاں، آئی کیمپس، سپورٹس فیسٹیول کا ہر سال انعقاد ہوتا ہے۔ نوجوانوں کو منشیات اور انتہا پسندی سے بچانے کیلئے خصوصی لیکچرز، کانفرنسز اور روڈ واک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ یوتھ امن کانفرنس سے منصور قاسم اعوان، شعیب طاہر، منصور بلال، انعام مصطفوی، عصمت علی، شہزاد نقوی، راجہ زاہد محمود، حاجی فرخ ناز، اور ناصر مصطفوی نے بھی خطاب کیا۔

پاکستان عوامی تحریک تحصیل کھپرو ضلع سانگھڑ (سندھ) کی تنظیم نو

گذشتہ ماہ پاکستان عوامی تحریک تحصیل کھپرو کی تحصیلی اور یونین سطح کی تنظیم سازی کی گئی جس کے نتیجے میں درج ذیل عہدیداران کا تقرر عمل میں آیا۔ ہم ان تمام احباب کو صمیم قلب سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

<u>تحصیل کھپرو</u>: فوجی مشتاق احمد قائم خانی (صدر)، فوجی عمر دین قائم خانی (نائب صدر)، عبدالغفور ترک (سیکرٹری جنرل)، رجب علی عمرانی (سیکرٹری اطلاعات)

<u>خواتین ونگ</u>: محترمہ مریم خان قائم خانی (صدر)، محترمہ صائمہ علی قائم خانی (ناظمہ)، محترمہ آمنہ خاتون (رابطہ سیکرٹری)

ہندو ونگ: سیٹھ آوت رام (صدر)، سیٹھ رانومل (سیکرٹری جنرل)، واشومل (رابطہ سیکرٹری)

<u>کھپرو سٹی</u>: محمد عامر قائم خانی (صدر)، غلام مصطفیٰ جٹ (نائب صدر)، عبدالغفور قائم خانی (سیکرٹری جنرل)، راشد راجپوت (رابطہ سیکرٹری)

ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری فیس میں اضافہ

محترم قارئین! ماہنامہ منہاج القرآن کی سالانہ خریداری فیس گذشتہ 8 سال سے 250 روپے اور فی شمارہ کی قیمت 25 روپے تھی۔ ہماری خواہش تھی کہ ہم اسی قیمت کو برقرار رکھتے مگر ہمیں ماہنامہ کے اشاعتی اور ترسیلی اخراجات میں اضافے کے باعث سالانہ خریداری اور فی شمارہ قیمت میں مجبوراً اضافہ کرنا پڑ رہا ہے جو کہ حسب ذیل ہے:

جنوری 2016ء سے ماہنامہ کی سالانہ خریداری 350 روپے جبکہ فی شمارہ کی قیمت 35 روپے ہے۔

مختلف تعداد میں VP کی صورت میں شمارے منگوانے پر فی شمارہ 28 روپے کے حساب سے VP کیا جائے گا۔

امید ہے کہ قارئین/ سالانہ خریداران/ VP منگوانے والے احباب ہمیشہ کی طرح تعاون فرمائیں گے۔ شکریہ (ادارہ)

یوسی۔ کامل: ٹھارو خان (صدر)، امتیاز علی (سیکرٹری جنرل)
یوسی۔ ڈھلیار: تاج محمد خیبر (کنوینئر)

یوسی۔ ہتھونگو: عبدالعزیز قائم خانی (صدر)، عبدالستار قائم خانی (سیکرٹری جنرل)
یوسی۔ کھاہی: راشن بھنبھیرو (کنوینئر)

یوسی۔ بلال: انجینئر فیض محمد درس (صدر)، عبداللہ درس (سیکرٹری جنرل)
یوسی۔ کھوری: امیر حسن درس (کنوینئر)

یوسی۔ رونجھو: حاجی محمد ہاشم منگریو (صدر)، حاجی علی اکبر درس (سیکرٹری جنرل)
یوسی۔ قاضی: طالب حسین (کنوینئر)

مرکزی نظامت تربیت کے زیر اہتمام ماہانہ کڈز فیسٹیول کا انعقاد

تحریک منہاج القرآن تجدید و احیاء دین کی عالمی اور ہمہ جہتی تحریک ہے جس میں تمام شعبہ ہائے زندگی اور عمر کے افراد اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ تحریک منہاج القرآن کی نظامت تربیت جس طرح بزرگوں نوجوانوں اور خواتین کی دینی، علمی، فکری، تعلیمی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت کا فریضہ جدید وقدیم ذرائع سے سرانجام دے رہی ہے۔ اسی طرح نظامت تربیت آنے والی نسلوں کے اندر محبت وعشق رسول اللہ ﷺ کی شمع فروزاں کرنے اور ان میں اعتماد سازی کے لئے منہاج ٹریننگ اکیڈمی کے زیر اہتمام گزشتہ چھ ماہ سے ماہانہ بنیادوں پر کڈز فیسٹیول کا انعقاد کر رہی ہے۔ اس سلسلے کا پہلا پروگرام مئی 2015 میں منعقد ہوا۔ ان پروگرامز میں آغوش گرائمر سکول کے طلباء کے ساتھ ساتھ لاہور بھر سے ڈیڑھ سو سے زائد خاندان اپنے بچوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں۔ جن کی باقاعدہ رجسٹریشن کی گئی ہے۔ ماہانہ کڈز فیسٹیول میں بچوں کی دینی، اخلاقی اور علمی تربیت کے لئے منظّم سلیبس اور جدید ذرائع ملٹی میڈیا کا استعمال کیا جاتا ہے۔ کڈز فیسٹیول کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ بچوں کو تلاوت، نعت اور تقریر سکھانے کی باقاعدہ تربیت دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں احادیث رسول ﷺ، دعائیں، قصص الانبیاء اور اخلاق حسنہ کی تعلیمات اسلامک کارٹون اور ویڈیوز کے ذریعے دی جاتی ہیں۔

پانچواں کڈز فیسٹول تاریخی حوالے سے خاص اہمیت کا حامل تھا، اس میں چیئر میں سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے شرکت کی اور بچوں سے خصوصی گفتگو فرمائی۔ انہوں نے نظامت تربیت کی اس کاوش کو زبردست سراہا اور اس کے دائرہ کار کو ملک بھر میں پھیلانے کی ہدایات جاری کیں۔

وکٹوریہ (میلبورن۔ آسٹریلیا) میں عظیم تعلیمی منصوبہ ''منہاج سٹی'' کا افتتاح

منہاج یونیورسٹی اور ایف سی یونیورسٹی کا 'پیس آن ارتھ' سیمینار

PAT یوتھ ونگ کے زیر اہتمام یوتھ امن کانفرنس